



تو کیا جانے پگلی کوکل، کون مجھے ترپاتا ہے ہوگا۔ ”
جگ سوئی آنکھوں والا دل میں اڑا جاتا ہے ”احمق لڑکوں میں اردو کے نوٹس نہیں بنارہی ایک
سہانہ نے ٹھنڈی آہ بھرتے ہوئے شعرِ دھاواں اس عمدِ محبت نامیں یعنی لویسر لکھنے کی کوشش کر رہی ہوں
سے پہلے اس کے نشر کردہ تین اشعار پہلی نہ اترتے اور ہر عمدِ محبت نامے کے لوازمات میں مل فکار اور
ترپتے پہنچتے اشعار کا ہونا ضروری ہے ”
”یہ تم نے پگلی کے ہاتھ ادا دیتے ہیں؟“ ”وہ دونوں اکنا مکر کے
ہے؟“

”اور کیا ہم دونوں میں یہیں ہیں؟“ ”پہلی نہیں جتنی تمساری ہے میرنا، ہوئی تسلیم میں ہیں
کوکل۔ کل اکنامیں کا پیغام اس کے لئے ہے“ ”میرنا، ہوئی تسلیم میں ہیں
کے رنے لگا رہی ہو۔ اس سے بھاڑک پیٹ پیٹ یہ“ ”میر رہی ہو؟“

مکمل ناقول



”پاگل“ اتنا بھی نہیں پتا۔ ظاہر ہے کوکل کو لکھ رہی ہے۔ آخرا بدایہ میں اسے ہی مخاطب کیا گیا ہے۔ کہ اے پچھی کوکل۔ تمیں کچھ نہیں پتا، تم بالکل جھٹی ہو۔ میں بتاتی ہوں تمہیں کہ کون مرد و مجھے ستاتا ہے۔ اس کی سب سے بڑی نشانی یہ ہے کہ اس کی آنکھیں سوتے میں بھی زراسی کھلی رہتی ہیں اور جاتے ہوئے بھی مندی ہوئی لگتی ہیں۔ بالکل کسی اتوکی طرح۔“ ہادیہ نے تفصیل سے شعر کی مکمل تشریح بیان کی جسے سن کر سمانہ معظم کا پارہ ہائی ہو گیا۔

”کسی بھی شعر کی مٹی پلید کرانا ہوتا سے تمہارے سامنے پڑھ دینا چاہیے۔“

”مگر بتاتو چلے کتنی کی شامت آئی ہے نہیں یہ پر اشعار قسم کا لویز لکھا جا رہا ہے، کون سے، اتوکی آنکھوں والا؟“

”اگر میں نے بتا دیا تو تم خود اپنے ان اشناختیں زبان پر چلکیاں بھر رہی ہو گی۔ کیونکہ میں ان آنکھوں کی مستی کے متاثر نہ ہزاروں ہیں۔“

”متاثر نہ ہو کامیڈیں بنتے دیں۔“
”ویکھو رمان! یہی نہ کہہ دیا ہے۔“
کرو کہ بعد میں تمہیں خود شرم دوں گے تو ہمیں۔
”وہ“ میرے لیے عزیز ترین ہے تو تمہاری ہمیشہ بزر محترم ہستی ہے۔“

”محترم ہے؟ محترم تو اساتذہ ہوتے ہیں یا بزرگوار قسم کی ہستیاں۔ اب میرے کسی چاپے پر نہیں پڑا ہونے سے رہیں۔ رہے پچھرے تو اسکے لامبی امکان نہیں۔ اسلامیہ کالج کو پرروز میں سوائے ٹکر بادشاہ کے اور کوئی مردانہ وجود نہیں۔“

”نوی بالکل صحیح کہتا ہے۔ تمہاری زبان کے آگے خندق کھائی ہکنوں سب کچھ ہے۔“ سمانہ نے اسے دونوں ہاتھوں سے چھپھوڑا۔

”جب اس زہن میں آئے“ معقول یا نامعقول،“ تم نے جھٹ سے اکلنی ضرور سمجھا چاہے بعد میں شرمندہ ہوتی رہو۔“ اچھی بھلی مار کھانے کے بعد رمان کو

شرمندہ سے انداز میں سرجھ کا کے سوری گئے ہوئے اس نے گھوڑ کر دیکھا۔

”ہزار بار کہا ہے پسلے ایک سینڈ کورک گھر سون تو میں کرو کہ تم کیا کہنے جا رہی ہو۔ بس یہ بھاڑ سامنے کھوا یا اور نکال دیے شعلے۔“

”وہ دیکھو، ہادی کی پنجی تمہارا لویز پر بھر رہی ہے۔“ رمان نے لعنتوں سے بچنے کے لیے اس کا دھیان دوسری طرف لگایا۔

وہ پاس آئے تو موضوع گفتگو نہ ملے وہ لوٹ جائے تو ہر گفتگو اسی سے رہے ہادیہ نے انک ایک کر شعر کی ٹانگ توڑی۔

”یعنی کہ یہ تو بالکل میرے والا حال ہے۔“

”یہ، تو کیا تمہیں بھی کسی سے محبت ہو گئی ہے؟“ سمانہ نے ”سنگی، بیلی“ سمجھ کر اسے لپیا۔

”محبت کا، پتا نہیں مگر وہ جو میڈم مجھے نیوش پڑے۔ تیس نال ان کے سامنے میرا کسی حال ہوتا ہے۔“ وہ پہلو پوچھتی ہیں تو مجھے صرف ان کے بہت بہت نظر آتے ہیں اور کافیوں میں سامنے آتے ہیں۔ اسے جسے وہ کسی اور زبان میں بات کر رہی ہے، اور ان سے بنت کے بعد سارے پوانشیں اور ذریعہ، حزا و حڑڑا ہیں میں اترنے لگتے ہیں۔“ اس کی بات سن کر بڑے استیاق سے لپی سمانہ نے اسے ”رُوح اور“ اٹرنے کے انداز میں پرے کیا۔ وہ پہلے سے یہ سمجھی میں دیا ورنہ کھول کر پڑھنے لگی۔

”یہ تھیں میں دیا ورنہ کھول کر پڑھنے لگی۔“ تیرن آنکھوں کی سر انکیوں میں میری آواز دوب جاتی ہے ”لو، تو تم ایسے کام میں ہاتھ بلکہ پیرزادی کیوں ہو جس کا تمہیں پتا نہیں۔ بغیر سونمنگ لکھے بھیل میں اترنا تو نزدیک خود کشی ہے۔“ اسے تائزہ کے بعد اپ وہ پھر اگلے شعر پر نظر سو دوڑا رہی تھی۔ سمانہ نے اپنا سر تھام لیا اور رمان نے نزدیک رکھا گلزاری کا۔ ہادیہ کی اقلی ”تشریح“ پر اسکی بھر کے داروں کے سے میرے وجود کی گمراہیوں میں ملا۔ ہے وہ اک شخص ہو تھا۔ یوں میں ہے۔

جسے اس نے فوراً "ہی اسے پکڑا دیا اور سمانہ نے بھی اس کے سر بر سید کرنے میں ذرا درینہ لگائی۔

"اپنے ولی جذبات مجھ سے منسوب کرنے کی ذموم حرکت مت کرو، مجھ میں۔ میری آنکھیں تمہارے مقابلے میں کم پھٹی ہوئی ہیں مگر انہیں نظر سب کچھ آتا ہے، سب پتا ہے مجھے۔ اس گنجو منجو انکل کی ملکتی نظریں ساری دین میں کے ڈھونڈتی ہیں اور کس کے لیے ذیک پروہ گانے بحثتے ہیں۔ ان دیکھی ان جانی سی، بھولی سی دیوانی سی اور وہ کون سا والا ہے جو بلا نامہ لکتا ہے۔ ہاں کل شب دیکھا میں نے چاند جھر دکے میں۔

اور جس دن تم چھٹی کرتی ہو تو مکیش کے گانے لگے ہوتے ہیں۔

"جانے کہاں گئے دیوان؟" اور "بھولے سے محبت کر بیٹھا؟" اس لیے تم میرا منہ نہ ہی کھلوا تو بہتر ہے۔"

رمان چپ چاپ سر سلا تے ہوئے اسے خونخوار نظروں سے دیکھتی رہی۔ اچانک دھڑ سے دروازہ کھلا اور پورا کھلنے کی صرف کوشش کر کے رہ گیا کیونکہ آگے ہادیہ کشن رکھ کر تقریباً "ڈھیر تھی۔ ادھ کھلے دروازے سے نوی کا سر نمودار ہوا جسے دیکھتے ہی سمانہ نے فوراً ہادیہ کے ہاتھ سے وہ گلابی کاغذ جھپٹا اور اپنی گود میں رکھی کتاب میں چھپا لیا۔ رمان خاموشی سے اس کی حرکت اور نوی کا بیزار چہرہ دیکھتی رہی۔

"یہ گھر دی تو اٹھاؤ راستے سے۔ ایسا لکتا ہے جسے کسی نے بوری میں بند لاش پھینک رکھی ہو۔" اس نے دروازہ پورا کھونے کے لیے زور لگایا تو دھشائی کا مظاہرہ کرتی ہادیہ بلبلہ اٹھی۔ کمر سلا تے ہوئے ایک طرف ہوئی۔

"تمہیں بڑی مصیبت ہوتی ہے لڑکیوں کی محفل میں گھنے کی۔"

"اچھا تم لوگوں نے محفل جما رکھی ہے اور ادھ ہماری بھولی مائیں سمجھ رہی ہیں، پتیاں پڑھ رہی

"ہمے بڑا میسنا ہے "وہ اک شخص" لیکن یار سمانہ امجدت تو چلو تم نے کر لی گوئی بات نہیں۔ اس عمر میں جذبوں پر کشوں نہیں ہوتا لیکن کم از کم تمہیں "ہی ایک شخص" سے تنا سیوں میں نہیں ملنا چاہیے۔ تم نے سا نہیں، تھاںی میں مرد اور عورت کے درمیان تیرا شیطان ہوتا ہے۔"

"ہاں، تم نے بالکل ٹھیک کہا۔" سمانہ نے تائید میں سر لالیا۔

"جب بھی میں اس سے ملتی ہوں، ہمارے درمیان پیر افریدیہ رہاں ہوتی ہے۔"

"بکواس، مجھے تم نے کب ہوا لگنے والی ان رقصوں اور ملاقاوں کی۔ پتا میں کیسے کیسے گل کھلا کر اب بتا رہی ہے اور ساتھ مجھے مخصوص کو تھی گھیٹ لیا ہے اسکہ اگر پکڑی جائے تو صیرا نامہ بھی آئے کہ میں اس کی ساری ملاقاوں میں برابر کی شریک تھیں۔ تو چہ توبہ، مجھے جوئے کھانے ہیں تو کیا میں تمہاری خاطر کھاؤں گی؟ خود ہی ہمت کر کے گوئی "ایک شخص" نہ ملاش کراؤں گے۔"

"تم ماونہ ماون، چاہونے چاہو۔" سہ تھی۔ اس ایک شخص سے جب بھی میرا سامنے آیا، ایک نہیں تھی، تم میرے ساتھ تھیں۔"

"ایسا کون ہوئے ارسے ہاں۔" یہ آیا۔ "ذہن پر زور دالتے وہ اچھل پڑی۔"

"وہن پر تو ہم دونوں ہمیشہ اکٹھے جستے ہیں تو کیا دین والے انکل۔ مگر یا یہ بونگیاں تو خیر ہم بھین سے مار لی آئی ہو۔ اس بار تم نے کوئی زیادہ بڑی بونگی نہیں مار دی؟ میرا مطلب ہے کہ رنگ تمہارا زیادہ صاف نہیں، آنکھیں بھی ریشم مار کہ ہیں۔ چلتی بھی دھپ دھپ کر کے ہو مگر اتنی کئی کزری بھی نہیں جو اس آنھوں قتل، چالیس پینتالیس سالہ بچے انکل پر شکر کر لیا۔"

"یہ دکھانہ اڑا۔" سمانہ نے بڑے تحمل سے سنا اور نارمل سے انداز میں اس کے ہاتھ میں تھما گلدان مازگا

ہیں۔"

"ہم پڑھ ہی تو رہے ہیں۔" رمان نے جملہ ہو کر دائیں طرف ہاتھ مارا اور جو کتاب ہاتھ لگی، اسے اٹھا کر کھول لیا۔

"بہت اچھے، آنامکس کا پیپر ہے اور اب انشاء کو پڑھا جا رہا ہے۔"

"تمہاری جرات کیسے ہوئی میرے کمرے میں آئے کی اور ہمیں ڈسٹرپ کرنے کی۔ میں شام کو پیا سے تمہاری شکایت کروں گی۔" وہ مارے کھیاہٹ کے کھمبانوچنے لگی۔

"میرے دوست آئے ہیں، انھی کے چار کپ چائے بنادو۔" نومی نے برادرانہ حکم سے آرڈر دیا جسے رمان خاطر میں نہ لالی۔

"میں پیپر کی تیاری کر رہی ہوں، جا کر بھا بھی سے کوئو۔"

"وہ اس وقت رسحان بھائی کے ساتھ تو توہ میں میں کھلی رہی ہیں۔"

"چیزیں؟ میں ابھی جاتی ہو رہی ہوں وہ دونوں لڑتے ہوئے کتنے منزے کی باشن کرتے ہیں۔" مادیہ بڑے شوق سے اٹھی مگر آڑے تر جھے پڑتے ہیں۔ کھینزے سے انک کرنے کی اور گرتے گرتے پڑتی ہیں۔

"اللہی خیر یہ کوہ گراں کیا میرے اور بھی سرانجام نہ ہے بچت ہو گئی، ورنہ اس ملے کے پیچے سے لوں بجھتے نکلتا۔"

"جاو، نہیں جاتی میں۔" وہ پھر سے بیٹھ گئی۔

"یونہی ذرا ساتر س آگیا تھا، سوچا میں ہی بناؤ الول تمہارے لیے چائے مگراب منت بھی کرو گے تو نہیں بناؤں گی۔"

"منت کرنے کی نوبت نہیں آئے گی کیونکہ میرے کسی بھی دوست کو زلہ زکام نہیں ہے جو مجھے تمہارے ہاتھ کا بناؤ جو شاندہ انہیں پلانا پڑے۔ بڑی سربانی آپ کی عنایت۔ میں دیکھتا ہوں شاید بھا بھی ہی "رج" چھٹی ہوں یا بھائی صاحب کے سیل ویک ہو گئے ہوں۔" اس کے جانے کے بعد رمان نے شاہانہ انداز میں کشن

سے ٹیک لگائی اور کتاب پر نظریں جما کے جیشی سانہ کی طرف ریخ کیا۔

"ہوں تو کیا دوگی اگر درست نام بوجھ لول تو؟"

"شabaش۔" اس نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"اپنے پاس ہی رکھو اپنی شabaشیاں۔" کنجوس کمھی چوس۔"

"لو، دل تھام کے سنو۔ میں سانہ معظم کو کسی اپرے غیرے نتوخیرے سے نہیں بلکہ آنسہ رمان شاہ کے بھائی سے محبت ہو گئی ہے۔"

"ایویں؟" مادیہ نے اس کے بنا نگ دل دعوے کو ہوا میں کمھی کی طرح اڑانا چاہا مگر سانہ کی شر میلی مسکراہٹ اور دانتوں میں دوپٹے کا دبانا دیکھ کر تجھ مج دل تھام لیا۔

"چیزیں۔"

"چیزیں کیوں سانہ! صحیح پکڑاں میں نے؟"

"یاں مگر تمہیں کیسے پتا چلا۔"

"تمہاری یہ بات بس ابھی ابھی ٹھیک طرح سے روشن ہوئی کہ تمہاری اس سے ہر ملاقات میری موجودگی میں ہوئی ہے لیکن یار! باقی سب تو ٹھیک ہے، میں نے بھی بھا بھی کے لیے اتنا اونچا اسٹینڈرڈ نہیں بنا رکھا۔ واجھی شکل و صورت والی بھا بھی بھی مجھے بخوبی قبول ہو گئی، اگر وہ مجھ سے بنانا کر رکھے لیکن میں عمر کا فرزت بے شک زیادہ نہیں مگر ہے تو سی۔" میں یہ کوئی پر ابلم نہ پیدا کر دے۔"

"خیر اتنا زیادہ فرق بھی نہیں۔ تھوڑا بہت تو جائز ہوتا ہے۔ اصل مسئلہ تو یہ ہے کہ میں اپنے دل کی بات آگے تک کیسے پہنچاؤں۔"

"اسی پر یہم پتھر کے ذریعے۔ ساتھ میں ایک گلاب کی ادھ کھلی کھلی رکھ دینا۔" رمان نے پیٹھ پھکی۔

"اور اگر تمہارے بھائی کو غصہ آگیا۔ پھر؟"

"خواخواہ میں غصہ آجائے گا۔ وہ حضرت تو تمہارا خط آنکھوں سے لگا لگا کر پڑھیں گے۔ آخر زندگی میں پہلی بار کسی لڑکی نے خط لکھا ہو گا۔"

سماں
مکھی
کسی
لشاد
میلیے
کل
کری
ہے
لہذا
کرا
ایہ
مزت
کی
ارا
مس

”اویس اور آگر میں بڑی طرح ریجیکٹ کر دی گئی
تو نہیں نہیں، مجھے کسی قسم کا کوئی کامپلیکس نہیں
لیکن۔ آخر انسان کی اپنی بھی تو کوئی پسند ہوتی ہے۔
شاید تمہارے بھائی کو کوئی اویس۔“
”ارے کہاں سے ملتی کوئی اور وہاں تو شکرانے کے
نقل ادا کیے جائیں گے کہ کوئی آنکھوں والی اندھی
بچھی تو سی۔ ہونہہ ارتیجیکٹ کرنے کا سوال تو تب
پیدا ہوا تاجب سامنے لائیں لگی ہوتی فدا ہونے والیوں
تیلے دے کر ایک تمہاری عقل پر ہی پھر پڑے
ہیں۔“

”کمال ہے، میرا تو خیال تھا بزاروں لڑائیں مرتی
ہوں گی۔“
”ہاں مر سکتی ہیں، اگر وہ ان کی موجودگی میں اپنے
مرڑے ہوئے جو گرز اور بساند ماری جرایں اتارنے کی
کوشش کرے تو۔“
”تم کس کی بات کر رہی ہیں؟“ سماں اسی تحملی ”بے
عزتی“ پر مشکوک ہوئی۔

”اپنے ولارے بھائی نہیں تھا، المعاون نویں نویں کی
جس کی لاڑی نقل آئی ہے، تمہارے میڈیم پر۔“
”تمہارا دماغ تو خراب نہیں ہوئا ہے، سماں نے
اسی یاد گار گلدان سے ایک بار پھر اس کے سرکی عوض
کر۔“

”تم یا تو یہ گلدان توڑ کے رہو گی یا میرا سر۔“ اس
نے دونوں ہاتھوں سے سڑھانے لیا۔
”یہ تو سنا تھا کہ اپنی لگنی میں کتابھی شیر ہوتا ہے لیکن
تم تو میرے ہی گھر میں بیٹھ کے کمال بے جگہی کے
ساتھ مجھ پر مسلسل تشدید کر رہی ہو۔ اگر اس وقت میں
تمہارے گھر پر ہوتی تو پتا نہیں تمہاری جاریت کس
عین جگہ ہوتی۔“

”عجیبت ہے کہ میں تمہارے گھر پر ہوں اور یہاں
یہ چھٹا نک چھٹا نک بھر کی گلدانیاں ہیں۔ میرے گھر
میں رکھے ہیں من من بھر کے پیٹیل کے کلمے اور
صرایحیاں۔ ان کے ایک ہی وار سے تمہارا کام تمام
ہو جاتا۔ تم نے حرکت ہی ایسی کی ہے کہ تمہارے

ساتھ جو کیا جائے وہ کم ہے۔“

”میں نے کیا کیا ہے۔ تم بتاؤ ہاویہ! ابھی اس نے
اپنے منہ سے قبولا ہے کہ نہیں کہ یہ میرے بھائی پر
بڑی نظر رکھتی ہے۔ حشر نشہ تو مجھے اس کا کرنا چاہیے کہ
اس کی ہمت کیسے ہوئی میرے گھر کی عزت پر ہاتھ
ڈالنے کی۔ کیا اس کے گھر پر باب پر بھائی نہیں ہیں۔“
”اچھا اچھا زیادہ سنگستا بننے کی کوشش مت کرو۔
میں نے صرف یہ اقرار کیا تھا کہ ہاں مجھے جس سے
محبت ہوئی ہے، وہ تمہارا بھائی ہے۔ مگر تمہارا صرف
ایک بھائی تو نہیں۔“

”ریحان بھائی بھلے بھا بھی سے دن کے تیس گھنٹے
چونچ لڑاتے رہتے ہیں مگر ان کی ایک گھنٹے کی محبت بھی
اتنی مضبوط ہے کہ تمہاری قطعی کوئی عنیاش نہیں
نکلتی۔ ان کے ٹھنڈوں پر مت جانا یہ صرف دنیا والوں
کو وہ کوہ کار دینے کے لیے ہے یا شاید نظر بد سے بچنے کے
لیے کوئی کار آمد نہ کا۔“

۱۔ بہتر باؤں کو روکت ہے۔ ۲۔ نئے بال اگتا ہے،
۳۔ بال بیٹھے اور گھنٹے کرتا ہے،
۴۔ بیوی بکس کا تیار کر دے

سوہنی ہیئتِ اعلیٰ

پہلے ۵۰ سالوں سے بہنیں اور بیان اسلام کریب جن
سو صد ہیئتِ اعلیٰ کے بعد
اپنے کھن کے لیے
بیوی بکس کا قدر تھی جب ہی بیویوں سے تیار کرہے ہو
سوہنی ایڈن
(بہن بیوی پیاؤڈر)



جو آپ کو حسینتِ حسین تر بنانے
لگنگ نکھارے پھرے کو خوبصورت بنائے،
پھرے کا زنگ بد کر صاف اور شفاف بنائے
سوہنی ایڈن پھرے اور ہاتھوں کی خوبصورتی کلراون
یہ آپ کے پہنچ کر قدر تھی، مجاز بست اور دیکھنی بخشتی ہے،
پھرے کے داخ دستہ نہیں کرتے کہ پھرے کے جلد کے بند سام کھول کر انہیں کی پہنچ لائے
آپ کے چھپ پڑوں میں کقدر تھی میں برقرار رکھنے کا امساد ذریعہ
اور گھر کو خالی کر کر اپنے چھپ پڑوں خیزی پھرے کو کھلائے ہو
۱۔ سماں اور افسوس۔ ۲۔ آرڈر زار کر لیجئے
۳۔ آرڈر بیکس۔ ۴۔ آرڈر بیکس دنیا بھر کے
۵۔ آرڈر بیکس۔ ۶۔ آرڈر بیکس دنیا بھر کے
۷۔ آرڈر بیکس۔ ۸۔ آرڈر بیکس دنیا بھر کے

جاتی۔

جبکہ اس کے برعکس سمانہ نے بقول اپنے "خود زیادہ آگر انی قدر کھوئی ہے" اپنے گھر کی وہ رانی بھی۔ ماما اور ڈیڈی کی چیتی، الکوتی اولاد، کسی نے بھی اوپر آواز میں بات تک نہ کی تھی۔ بے تحاشہ لاذنے ایسے کچھ لاپروا سا، کچھ عجیب ڈھیلا سا بنا دیا تھا۔ ذہن تھی مگر ماما ڈیڈی کی جانب سے زیادہ پریشانہ ہونے کی وجہ سے بڑھائی میں زیادہ توجہ اور دلچسپی نہیں لیتی تھی۔ اپنے گھر سے زیادہ وہ "شاہ پیلس" میں دکھائی دیتی جو اس کے "زیدی ہاؤس" کے بالکل سامنے تھا۔ اس کی ماما اور رمان کی ماما فرست کزن بھیں اور یہ سٹ فرینڈز بھی۔ اتفاق سے دونوں ہی شادی کے کچھ عرصے بعد آمنے سامنے کے گھروں میں شفت ہو گئیں۔ یہ بھی اتفاق تھا کہ دونوں کے شوہر لنسر کشن کے بزرگسے تعلق رکھتے تھے۔ جلد ہی دونوں کرزز کی دوستی مستحکم ہوئی گئی، اپنے شوہروں کے تعلقات کی وجہ سے۔

معظم زیدی اور نائمه معظم کی سمانہ کے علاوہ کوئی اور اولاد نہیں تھی۔ سمانہ بھی بڑی منتوں اور مرادوں کے بعد شادی کے ساتوں سال ہوئی تھی جبکہ عنایت شاہ اور فریدہ عنایت کے تین بیٹے اور ایک بیٹی تھی۔

دو بیٹوں کے بعد رمان، سمانہ کے پانچ چھ ماہ بعد پیدا ہوئی تو فریدہ نے نہ کہا تھا کہ سمانہ نے اپنے ساتھ تکمیل کے لیے اپنی سیلی کو بھی بلا لیا ہے۔

ان کی بات صحیح ثابت ہوئی۔ رمان اور سمانہ کی دوستی و اگر بھی بیٹھنے کی عمر کے ساتھ ہی پروان چڑھ گئی۔ دیے بھی ریحان اور شایان اپنی بیٹن سے بالترتیب گیارہ اور آٹھ سال بڑے تھے اور سمانہ کا تو کوئی بیٹن بھائی تھا، ہی نہیں، لہذا دونوں کو شروع سے ہی ساتھ ساتھ رکھا جاتا۔ یہ پہلے دونوں کی ماوں کی مجبوری تھی، بعد میں ان دونوں کی ذاتی مجبوری بن گئی۔ اگرچہ رمان کے سال بعد ہی بقول فریدہ کے حادثاتی طور پر نریمان کی آمد بھی ہو گئی مگر اور تلتے کی ہونے کی وجہ سے ان دونوں کی آپس میں ذرا نہ بنتی تھی۔

"خدایا! میں کہتے جاواں۔" سمانہ نے منہ اوپر کر کے دھائی دی۔

"او اللہ کی بندی! صحیح جگہ تیرا دھیان کیوں نہیں جاتا۔ وہ تمہارے تیرے والے بھائی۔"

"کیا؟" رمان تو رمان، خاموشی سے نمکوٹو نگتی ہادیہ بھی ہل کے رہ گئی۔ اس طرف تو دونوں کا دھیان جاہتی نہیں سکتا تھا۔ جانا بھی نہیں چاہیے تھا۔ کہاں وہ کہاں پیسے ایک مغرب، دو سر امریق۔

"تم۔" تمہارا مطلب ہے کہ شایان شاہی۔ شانی بھائی۔" رمان نے بوکھا کے پوچھا اور اثبات میں جواب ملنے پر ہاتھ بڑھا کر اس سے گلدن لیا اور خود اپنے سر پر مار لیا۔

بیان پڑھنے کا موقع

بات تھی ہی کچھ ایسی کہ رمان اور بادیہ سہیت خود سمانہ کو بڑی مشکل سے ہضم ہوئی۔ ایسا نہیں تھا کہ جناب شایان شاہ یعنی رمان کے شانی بھائی کوئی بست اعلماً وارفع چیز تھے۔ بے حد ڈراؤنی شخصیت رکھتے تھے یا پھر خونخوار مزاج کے مالک تھے۔ ہاں، بس زد اپنے نیے رہنے کے عادی تھے۔ ڈانٹ پیٹ میں ٹھیک بخوبی سے کام نہ لیتے، نہ لحاظ سے۔ رمان اور سمانہ باری باری کہاں ہی صاف میں شمار کر کے یکسان "انفرعونیت" سے نوازتے۔ رمان تو اکھوئی بیٹن ہونے کا فائدہ اٹھاتی۔ اُن شانی بھائی پل بھر میں مزاج ٹھکانے لگائیں والی طبیعت رکھتے تھے تو ہتھی کا چھالا بنا کر رکھتے، والے ریحان بھائی، جان لٹانے والے پیامبا اور دوستانہ مزاج رکھتے والی خولہ بھا بھی بھی تو تھیں جو شایان شاہ کو بہن کا مسود خراب کرنے کی پاداش میں باز پرس کر کے حساب برابر کر دیتے۔ اسی طرح بادیہ بھی اپنی روئی صورت کی وجہ سے صاف پیچ نکلتی۔ اس کے دیدوں سے پانی کچھ زیادہ ہی روائی سے چھلکتا تھا اور شایان آنسوؤں سے بڑا گھبراتے تھے، اس لیے اس کا واسطہ ان سے رمان اور سمانہ کی نسبت ذرا کم رہتا تھا اور اس بار تو وہ باقاعدہ سمان بن کر آئی تھی، اس لیے خاص رعایت برقرار

ریحان کی شادی کے پسند میں تو بعد ہی فریدہ عنایت شاہ وفات پا گئیں۔ ریحان کی دلمن خولہ بھا بھی نے گھر کو بخوبی سنبھال لیا۔ دونوں کی شادی کو چار سال ہو رہے تھے اور ان کے دوپارے تیس بھی تھے۔ خولہ خاصی خوش باش طبیعت رکھتی تھیں یہ بذله سخن اور حاضر جواب۔ سکھڑا اور سلیقہ شعار بھی تھیں۔ سر سے خوب گاڑھی چھپتی۔ نریمان اور رمان سے بھی دوستانہ تعلقات تھے اور تو اور سدا کے آدم بیزار شایان بھی ان کی صحبت میں کھل کے مسکرا رکھتے۔ البتہ ریحان ہمیشہ بلبلاتے اور دہائیاں دیتے نظر آتے مگر کوئی کلین نہ ہوتا۔ سب جانتے تھے کہ یہ صرف ڈرامہ بازی ہے۔ درحقیقت ان کا خولہ بھا بھی کے بغیر گزارہ ناممکن ہے۔

جو بھی تھا، ان کی نوک جھنک اور پیار بھری سکرار سے گھر میں رونق لگی رہتی۔ ورنہ نومی تھا، تو ہمیشہ کا گھر سے باہر رہنے کا شو نہیں۔ جس میں ہوتا تو یا سویا ہوا پیا جاتا یا پھر کچن میں چونچن پڑھتے ہوئے شایان تھے جو خواخواہ رعب طارز تھے۔ خبیث میں بیکر تھے بلا کے نفاست پسند ہے۔ بے معنوں تک بندھے اصولوں پر انعام دینے والے ایسی کیشیں مینوز اور تکلفات کا حدتے زیادہ تھے۔ تھے والے شایان کو نومی اور رمان کا کھاڑلا اور بڑا نہ انسان ذرا پسند نہ تھا اور وہ حسب توفیق رہنے کرتے رہا کرتے تھے جسے وہ دونوں قطعی خاطر میں نہ لاتے۔ اگر بھی اعتراضات کی زد میں سماں ہیں تھیں تو اس کا نازک مژاچ اور لاؤ لاساول کشم جاتا۔ اسی لیے بچپن سے وہ شایان کے سامنے آنے سے کتراتی رہی۔ اگر بھی آمنا سامنا ہو بھی جاتا تو لازماً "بو ہما جست کے مارے اس سے کوئی نہ کوئی حرکت ایسی ضرور ہو جاتی کہ شانی صاحب کی رانٹ سے تواضع ہوتی۔ یہی وجہ تھی کہ ان دونوں کے ناخوشنگوار تعلقات سے بخوبی واقف ریمان اور ہادیہ یہ حقیقت تسلیم کرنے سے انکاری تھیں کہ سماں کو مجبتوں سکتی ہے اور وہ بھی شایان شاہ سے جہنوں نے خود کو لا اُنچ مجہب بہانے والا کوئی قائم آیا بھی نہیں۔ (ان

کی نظر میں۔)

ان کی حیرت زیادہ بڑی بات نہیں۔ سماں خود حیران بلکہ حیران پریشان، ہو کے رہ گئی تھی جب اس پر یہ اکٹھاف ہوا۔ پہلے تو وہ یہی سمجھ کے جھٹلاتی رہی اگر یہ ضرور ان کلاس فیلوز کے بصروں کا مکمل ہو گا جس کی رال شایان شاہ کو دیکھ کے نیک پڑی تھی۔

اسی روز ان کے دین والے انکل نے شوقیہ چھپتی ماری تھی۔ ڈیڈی ابھی سورہ ہے تھے، وہ رات کو ہی اتنی لمبی ڈرائیور کے قصور سے واپس آئے تھے۔ اس نے اٹھانا مناسب نہ سمجھا۔ ماما کو ڈرائیور آتی نہیں تھی۔ سماں کو ڈرائیور نے کی اجازت نہیں تھی اور ڈرائیور رکھنے کا مذاہن انسوں نے بھی یالانہ تھا۔ اور تو اور اسے رکشہ، نیکسی یا بس پر اکیلے سفر کرنے کی اجازت ہی نہ تھی۔ وہ ماما کو بتا کر بیگ شانے پر لڑکا، سینے سے فاصل لگائے ریمان کو لینے پہنچ گئی۔ وہ بھی اس کے ساتھ دین پر جاتی تھی۔ اگر دین نہ آتی تو وہ دونوں یا تو ریحان بھائی سے درخواست کرتیں یا پھر اکٹھے رکشہ میں چلی جاتیں مگر وہاں جا کر مارے کوفت کے اس کا برا حال ہو گیا جب ریمان کو سوتا پایا۔ بھا بھی نے بتا کہ اسے فکو کی وجہ سے بخار ہے۔

"ایسا بخار بھی مجھے کیوں نہیں ہوتا۔" اسے اپنی قابل رشک صحت سے گلہ رہتا تھا جس کی وجہ سے "من چاہی چھٹیاں بھی نہیں کر سکتی تھی۔"

"چلو آؤ" میں تمہیں چھوڑوں۔ بھا بھی امیر ائمۃ ابھی مت بنائے، آکر کروں گا۔" اخبار ریڑھتے ہوئے شایان نے اچانک انہ کراے ساتھ آنے کا اشارہ کیا۔

"لیکن آپ تو ابھی میرا مطلب ہے، آپ دس بجے آفس جاتے ہیں، مجھے کانج تک چھوڑنے اور پھر واپس آکر تیار ہونے اور دوبارہ نکلنے میں کہیں آپ لیٹ نہ ہو جائیں۔" اسے یہ نعمت کی طرح می چھپتی ہاتھ سے نکلتی دکھائی دی۔

"تو پھر تم کانج کسے جاؤ گی؟ ریحان بھائی تو کے نکل چکے پتا نہیں انہیں آفس جانے کی اتنی چادری کیوں ہوتی ہے۔"

”آپ بھی شادی کر لیں، پتا چل جائے گا۔ وہ آئھے کھے گھر سے نکلتے ہیں، آپ تو فجر کے بعد ہی پہنچے ہوں گے۔“ نومی نے بصرہ کیا۔

”بکواس مت کرو۔“ چباچبا کر کہا گیا۔

”اور تم چھٹی کرنے کے ارادے مت باندھو۔ کوئی فرق نہیں پڑتا، اگر آوھ گھٹنے کی درہ ہو بھی گئی تو۔“

”فرق تو میری ایک دن کی چھٹی سے بھی نہیں پڑتا۔“ وہ بیردا کے رہ گئی اور نہ چاہتے ہوئے بھی ان کے ساتھ فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گئی۔ جاہتنی تو صاف انکار کر کے الٹے قدموں اپنے گھر نوٹ سکتی تھی۔ مانے بھلا کیا کہنا تھا مگر سال آئے بغیر بھی تو گزارہ نہیں اور وہ جانتی تھی، کئی روز تک انسوں نے یہ غلطی معاف نہیں کر لی۔ ہفتون تک اس ایک چھٹی کی وجہ سے بور تین لیکھ رکھنے سے بہتر تھا کہ وہ حلی ہی جاتی۔

”ویسے ہیا ہے؟“ گھر سے بدلتے ہوئے شایان کی نگاہ اس کی کوڈیں دھڑو دھڑ پڑی تو ناہوار انداز میں پوچھا۔
”یہیں فائل ہے۔“ اس نے بھی حیرت سے اس راغبی کے مقابلہ پر ہو چکا۔

”لیکن یہ اس کیا ہے؟“ کہا۔
”بیرے بال تھے جس۔“ اور بے بھردا کے دنوں بال تھے پھیلا کے ان کے چہرے کے سامنے کیکے، داؤں بال تھے کی تیسری انگلی کا مبارہ مانش ان کی آئھے میں نکلتے رہا۔

”اسٹوپڈ بیچھے کرو یہ۔“ گھبرا کے انسوں نے چہرہ اور اس کے ہاتھ دنوں خاصے فاصلے پر کر دیے۔

”میں ان فضول تصویروں کے بارے میں پوچھ رہا ہوں۔ یہ کون جو کروں کی ہیں؟“ اب سماں کی سمجھ میں آیا کہ یہ اشارہ فائل کی سچ پر رکھے اس کے مخدوطی انگلیوں، ہلکی کاسنی نیل پاش سے سچ ناخنوں والے نازک سے ہاتھوں کی جانب نہیں بلکہ فائل کے ٹرانسپرنسٹ کور کے اندر ولی طرف چسپاں اس کے فیورٹ ہیروز کی تصاویر کی جانب تھا۔

”جو کرز؟ یہ آپ کو جو کرز نظر آتے ہیں؟“ وہ مارے صدمے کے قوت ہونے کے قریب ہو گئی۔

”یہ سلمان خان ہے، یہ ریتھک روشن اور یہ ارجمن رامپال۔ اتنے ڈیشنگ ہیروز آپ کو ہی جو کر نظر آسکتے ہیں۔“

”تمہارے ان نام نہاد ڈیشنگ ہیروز کے پاس کیا پہنچ ہوئی بنیادیں بھی نہیں جو یہ پہن کرتن ڈھک لیتے۔“ ان کے احساس دلانے پر وہ واقعی شرمندہ ہو گئی۔ اس کی گود میں دھرے کرتی بدن کی نمائش کرتے بازوؤں اور سینے کے مسلز دکھاتے ہیروز۔ اسے ڈیھر ساری خجالت اور شرم نے آن گھیرا۔ گھبرا کر فائل الٹی۔ نئی مصیبت، کرینہ پور اور پاشا باسو اپنے اپنے ”پنڈے“ دکھاتے ہوئے بلکہ اینٹ، دائرٹ کثر است کاشاندار نمونہ پیش کر رہی تھیں۔ اس نے پٹٹا کے دیکھا۔ شایان کی ساری توجہ چوہری کی پر رونق ڈریفک کی جانب ہو گئی۔ بڑی صفائی کے ساتھ اس نے اپنادوپسہ پھیلا کر ان بی بیوں کی ستريوشی کی۔

”کانج میں یہ سب کیسے چل جاتا ہے۔ کوئی کچھ کھتا نہیں ان فلمی ہے ہو وہ تصویروں والی فائلز کی نمائش کرنے پر۔ تم دنوں اکنامکس اور اسلامیات کی اسٹوپڈ ہو، بھی سوچا ہے کہ اسی فائل میں تم اسلامیات کے نوٹس بھی رکھتی ہو۔ کیا یہ ان کی بے حرمتی نہیں؟“

وہ جو ان اعتراضات پر چیس بے جیس ہو رہی تھی، اس باریچ بچ شرمندہ ہو گئی مگر اظہار کرنے کے بجائے ترکی بے ترکی کہہ دیا۔

”جب آپ کانج میں پڑھتے تھے تو آپ کے کمرے کی دیواروں پر تھی میڈونا اور شیرون اسٹوپڈ کے پوسٹرز لگے ہوئے تھے۔ اتنی کمزوریا داشت نہیں ہے میری سب یاد ہے۔“

”تب میں ریحان بھائی کے ساتھ روم شیر کرتا تھا اور یہ شوق انہوں نے پال رکھے تھے۔“ چرخراہٹ کی آواز کے ساتھ گاڑی کانج کے سامنے رکی اور خرخراہٹ کی آواز کے ساتھ انہوں نے اس کی معلومات کی صحیحی کی۔

”اور آئندہ میں ایسی تصاویر ہر گز نہ دیکھوں

تمہاری فائل پر، سمجھیں۔"

"آئندہ بھی میں آپ کے متھے لوگوں کی تو آپ دیکھیں گے نا۔" دل ہی دل میں آئندہ ان سے ناکرا نہ ہونے کی وعائیں کرتے ہوئے اس نے تابعداری میں سرہلا دیا پھر باہر نکلتے کے ساتھ ہی بھلی کے کوندے کی طرح ایک خیال اس کے دماغ میں اپکا۔ اس نے شیشے کے اندر منہڈا۔

"آپ مجھے کانج تو چھوڑ کر جا رہے ہیں، میں واپس کے آؤں گی۔ میں نے ڈیڈی سے بات بھی نہیں کی۔ پتا نہیں وہ فری ہوتے ہیں یا نہیں۔" دل میں ایک موہوم کی امید جاگی۔ شاید اب بھی چھٹی کے چانسز بن جائیں۔

"کوئی نہ کوئی بندوبست ہو جائے گا۔" انہوں نے کار پھر سے اشارت کر لی جو اس بات کا اشارہ تھا کہ اب وہ اندر دفعان ہو لیکن سماں یہ سوچ کر جی لرز گئی کہ واپسی پر پھر ان کے ساتھ دس بارہ منٹ لزارنے پر ہیں گے۔

"آپ نومی کو بیچ دیجئے گا، بے شک وہ اپنی بائیک پر آجائے۔" اچانک وہ اپنی طرف کا دروازہ کھیل کر باہر اترے اور اس کا بازو اپنی آئنی گفت میں دلو پتھر ہوئے گیت کی جانب تقریباً "ھسینا۔

"تم اندر تو چلو، واپسی کی قلر پنڈ لکھی گئی ہے۔" فائل ایسے ہے اور ہفتے میں جبکہ سوچ دو پھریاں نہ کرو، تم دونوں کو چین نصیب نہیں۔ آنے کے بعد میں خود چیک رکھوں گا تم دونوں پر۔ آئنی اور بھاٹکی کو تم لوگ آسانی سے چکر دے دیتی ہو اور وہ رہاں شیخے تو شک ہے، ضرور اس نے مر جیں سوچ کر چور بانچ چھینکیں ماری ہوں گی اور خود ساختہ فلو طاری کر کے گمراہ بند کر لیا ہے۔ اسے تو میں جا کر پوچھتا ہوں، چلو تم اندر۔"

ایک دم انہوں نے اسے آگے کو دھلیلا۔ وہ لڑکھڑا کی گئی۔ سامنے نظریڑی تو لڑکوں کے جھنے کے جھنے حسب عادت گیت کے آس پاس موجود تھے۔ جو لڑکی صبح جلدی پہنچتی گیت کے نزدیک رک کر اپنی فرینڈز کا انتظار کرتی۔ یوں پورا اگر دپ اکٹھا ہو کر کلاس کو رونق

بنختا۔ اس وقت بھی اس کی اپنی دونوں فرینڈز کے علاوہ شماں لئے لوگوں کا پورا بارہ رکنی گروپ اشتیاق یے یہ منظر دیکھ رہا تھا۔ دوسری کلاسز کی لڑکیاں بھی تھیں، سب کی توجہ خود پر محسوس کر کے وہ کٹ کے رہ گئی۔ شایان شاہ کو اس عیزت افرادی کے جواب میں اور تو پچھہ نہیں دے سکتی تھی؛ جل بھن کے خدا حافظ کہا اور شکریہ ادا کرنا گول کر دیا اور بغیر مژہ کے دیکھے مرے مرے قدموں کے ساتھ آگے بڑھنے لگی۔

"کس کے ساتھ آئی ہو؟"

"وین آج پھر نہیں آئی کیا؟"

"اکیلی کیوں ہو، رہاں کو کیا ہوا؟"

بیک وقت چودہ پندرہ لڑکوں کے سوالوں کے حملے سے وہ بوکھلا گئی۔

"یہ کون تھا جس کے ساتھ تم آج آئی ہو؟"

یہ وہ سوال تھا جو سب نے کورس کی صورت میں ادا کیا۔ سماں نے بال نخواستہ مژہ کے دیکھا۔ کار جا چکی تھی۔ اس نے شایان شاہ کے حلے کا تصور کیا۔ وہ جا گلگ کر کے بس بیٹھے ہی تھے کہ اس کے آنے پر خدا آئی فوجدار بن کر کانج چھوڑنے آپنے ڈارک گرین بن گانگ سوٹ پہنچنے اور حدت سے تکتمتا چہرہ، پیروں میں چیل سے آتے ہی انہوں نے جاگرزا تار کے آرام کی غرض سنتے یہ ہواں چیل پہنچنے تھی۔ سماں کا دل بُرا ہو گیا۔

"مگر نہیں بھی میرے ساتھ ضرور ہی آنا تھا اور وہ بھی اس بے کار حلے میں، اس طرح پھوپھاں کھلانے کرتے ہوئے۔"

"یہ۔" براسامنہ بناتے ہوئے اس نے جواب دیا۔ "رہاں کے بڑے بھائی ہیں۔"

"یعنی تمہارے کزن؟" اس سوال پر وہ تھنکی پھر ہولے سے سرہلا دیا۔ دراصل اپنی اور رہاں کی دوستی میں وہ یہ بھلا ہی دیتی تھی کہ دونوں کی ماں میں فرست کزن تھیں اور اس حوالے سے ان میں رشتہ داری بھی بنتی ہے۔ اس کے نزدیک تو صرف یہ دوستی، ہی اہم تھی، باقی سب پس پشت چلا جاتا تھا۔

وکیا دشمنگ کرنے ہے یا سبھائے کاش ہمارا بھی
کوئی ایسا کزن ہوتا۔ شماں نے سرد آہ بھری۔
”اللہ نہ کرے۔“ سہانہ نے جھر جھری لی۔
”میں تو سمجھتی تھی کہ بس میرے ہی خاندان کے
سب لوگ کے پینڈ سم ہیں مگر دراصل تم اور رمان
دیکھنے میں تو عام کی ہو، بھی گمان تک نہیں ہوا کہ رمان
کا بھائی اتنا حسین و جميل بھی ہو سکتا ہے۔“
”تمہاری راں کیوں پُک پڑی۔“ سدرہ نے
خواخواہ شمع کو لتارا۔

”میری کیوں پُکے گی۔“ میں نے کیا پلی بار کوئی
پینڈ سم شخص دیکھا ہے۔ میری تو فیملی بھری پڑی ہے
یونائی شزادوں سے۔“

”مگر تمہارے آبا اور جداؤ کا تعلق تو لکھنؤ سے تھا۔
تم خورتاں ہو پچھریہ یونائی خون کی آمیزش کیسے ہوئی۔“
سہانہ نے ہونق پین سے پوچھا۔ اس کی ہوا کیاں وہ ان
لوگوں کی زیبائی شایان کی اتریقیں سننے کے بعد ہی اڑنی
چھیں۔

”ماں نے یور لینگوچ۔ میرے بڑوں تک پہنچے ر
کوئی ضرورت نہیں۔“ تک مزان شمع شد۔“ بہن۔
”تم ہر جگہ اپنا کھاتہ مت کھول بڑی بڑی۔“
شماں نے ناگواری سے نوکا۔

”ہاں تو سہانہ! تم کیا بتا رہی تھیں ان حضرت -
حدودار بعہ کے بارے میں۔“

”حدودار بعہ؟ یہ جیتا جاتا انسان ہے تھی؟ میں قرم
اندازی کی اسکیم میں نکلنے والا پلاٹ تھیں۔“ وہ ان
لوگوں کی اتنی دلچسپی پر آتا گئی۔

”ہاے! کاش یہ لاڑکی میرے نام نکل آئے۔“ وہ
تمن حضرت آمیز آہیں ابھریں۔
”نام کیا ہے، گرتے کیا ہیں؟“
”شایان۔“

”واہ، شایان شاہ۔ جیسا بار عجب نام، ویسی ہی ستائر
کن خصیست۔“

”اپنے پیاپی کے ساتھ بڑاں کرتے ہیں، ایمبل اے کر
رکھا ہے۔“ اس نے اقلے سوالوں کا بھی بے دل تے

جواب دیا۔
”فکری منکنی وغیرہ بھوئی چکر شکر؟“

”منکنی تو ہوئی نہیں اور چکر۔“ وہ سوچ میں پڑ گئی
کہ کیا جواب دے۔ بھلا اسے شایان شاہ کے ذاتی
معاملات سے کیا سروکار۔ ابھی وہ ”پتا نہیں“ کہہ کر یہ
بحث ختم کرنا، ہی چاہتی تھی کہ سدرہ نے ہم پھوڑا۔

”اب یہ اپنے منہ سے کہے بتائے کہ یہ چکر اسی کے
اروگر دلگ رہا ہے۔“ سب کی ہلکی سی چیزیں انھیں اور
خود سہانہ نے ایک فلک شگاف چھپ بلند کی۔

”ہاے! نہیں، ہرگز نہیں، اللہ نہ کرے کیوں،
مجھے بے موت مارتا ہے۔“

”اب بخڑے نہ کرو، والی میں صاف کالا کالا بلکہ کالا
سیاہ نظر آرہا ہے سامنے تین درجن لڑکیاں، ایک سے
پڑھ کے ایک کھڑی ہوں اور ایک شخص نظر اٹھا کے نہ
دیکھے بلکہ اس کی ساری توجہ اسے ساتھ چلتی ایک کم
صورت اڑکی کی طرف ہو جس نے گزوئی کسیلی والی
پڑتے بعد، البتہ بنا رکھا ہو تو اس کا صاف مطلبیہ
یہ تھا اس شجھے پر تعویزاڑ کر گئے ہیں۔ بل بھی ادل
۔۔۔ دل کی پر دل کی یاد تھی۔“

”لکھنؤ نہ جس رباتھا کے سدرہ، کامنہ کس بات پر
نہ پڑتا۔“ صورت اور دل جھی نہیں پڑتا۔
شیدن می خداوند نظر نہ سراۓ پر۔ وہ پہنکاری ہوئی ایک
ایک دل پر، شجھتی رہی اور جو چھرے پر رشک و حسد کے
تاثرات، یہ کہ اس کو ایک کمیتی کی راحت ہوئی۔
مرکارانہ مسلمانات ہوئے اس نے ناز سے بال جھنکے۔

”اب جس کا بول چاۓ وہ کجھے۔“ میں ایک ایک
کو وضاحت تو پیش نہیں کر سکتی۔ ”اس کے کچھے میں
خود بخود ہی ”بچوں کو سین“ والی رعنوت در آئی۔ اس
بے نیازی پر شمع جل جل گئی۔

”آج راز کھلا ہے تمہاری رمان سے کی درستی کا۔“

”اے شمع! خبردار جو میری اور رمان کی دوستی کے
بارے میں کچھہ النا سیدھا کہا تو۔ رہی بات مغلی
بھائی۔“ وہ شایان بھائی کہتے کہتے رک گئی۔ اتنی جلد وہ
ان کی غارا فربیاں دور کر کے ان کے سینوں میں لختہ

نہیں والنا چاہتی تھی۔

”شایان تو ہیں، ہی اتنے کیرنگ اور پھر میرے کزن ہیں۔ کبھی بھی، کبھی بھی میرے ساتھ آ جاسکتے ہیں۔ تم کوئی غلط مطلب مت نکالو۔“

وہ گھبرا سی گئی جب شایان نام ادا کرتے ہی اس کے دل نے ایک بیٹ مس کی اور وہ سارا دن دل کی ایسی ہی بیے ایمانیوں پر حیران ہوتے گزرا۔ وہ اتنی جلد باز نہیں تھی کہ رات کوئی نتیجہ اخذ کر لیتی۔

ابتداء میں اس نے اپنے اندر راحٹھنے والی ان تبدیلیوں کی وجہ۔ سدرہ اور شما ملکہ وغیرہ سے ہونے والی گفتگو کو سمجھا لیکن کئی دن گزرنے کے بعد بھی جب دل اپنی حرکتوں سے باز نہ آیا، اس کی تمام تر روانش دپٹ کے باوجود تو وہ ہماری اور ایسا تو ہمیں نہیں سکتا تھا کہ اس کے پیٹ میں کوئی بات بھی درجی۔ وہ تشریف بست پسے ہی رمان کو پتا دیتی، اُڑی بادیہ، اپنے پرنسپل۔ یادی رمان کی پیچازاً و تھی۔ سانہ کی طرح بندی رمان میں اچھی وسیت تھی بلکہ سانہ کے ماقبل میں اس کی اچھی بھی بھل تھی۔ خاصی بے ضرر سی پہ تھوڑی لڑائیں دیں۔ پڑھائی کی حد تک بست جشنیں تھیں۔ اس سے رمان سے عمر میں سائل فریضہ سار پہنچنے۔ اسے بادی و دان کے ساتھ پڑھتی تھیں جسے اُڑی۔ اس سے ملتے ہوئے اب سیکنڈ ایر کے امتحان دتے یا اسے۔ دوستی میں بیٹھنے کی پھر پہاں اُگر میڑک کے آئیں۔ بیٹھنے کے بعد اٹھ تینوں نے اکٹھے ہی کیا۔ یہ دنوں ایکسر وہیں دہریں اے کرنے میں جست تھیں۔ بعد بادیہ یہ حاوی اتنے مارکس لے کر کھیڑوں کا نہ سابل اسی میں ایڈیشن لے لیا۔

انہی دنوں اس کے پیارا بو بزرگس کی دبے سے دوبارہ کویت شفت ہونے کا فیصلہ کرنا پڑا، چونکہ بادیہ کا فائل ایر تھا، اس لیے انہوں نے اسے عنایت شاہ کے گھر چھوڑ دیا تاکہ وہ فائل ایکزام دے کر بعد میں آجائے۔ چونکہ سانہ نئی نئی محبت میں بتلا ہوئی تھی، اس لیے بادیہ کی آمد پر ٹھٹک سی گئی۔ اسے اس کے یہاں تھہرے میں کوئی گھری سازش نظر آتی تھی۔ اس

کا پڑھائی میں جنتے رہنا سے سراسر ڈرامہ لگتا شایان کی توجہ حاصل کرنے کا درامہ۔ جب وہ اس کی تعلیم میں دیکھی کی مثالیں دے کر ان دونوں کو شرمند کرتے تو وہ کچا چھپا جانے والی نظروں سے اس چار چشمی کو دیکھتی رہتی لیکن آہستہ آہستہ اسے ہاریہ کے بے ضرر ہونے کا لیکھن ہو گیا۔

ایں لڑکی کی عقل صرف پڑھائی کے معاملے میں چلتی تھی، اس کے علاوہ ہر معاملے میں جواب دے جاتی تھی اور جس دن پہلی بار شایان نے لحاظ د مرمت کا پروہ چاک کرتے ہوئے اور اپنی ساری تکلفات سامن نوازی کو بالائے طاق رکھتے ہوئے اسے کھڑی کھڑی نا ڈالیں کہ اس نے بلا اجازت ان کاپی سی کیوں استعمال کیا۔ اس روز سمانہ نے بھی اپنے دل میں پیٹی کندورت کا گلا گھونٹ دیا۔

اس کے ٹھیک دو روز بعد ہی شایان نے پھر ایک بار بادیہ کی کاری کے ڈالی۔ اس کے بے کنکے پھملتے وجود کو بڑھ کش لائکر، اس دن تو سمانہ نے باقاعدہ لذیاں ڈالیں (ند نہر میں) اور تباہ تو دونوں کی کپی کی دوستی (پھر سے) قائم ہو گئی۔ جب شایان نے سرعام پا بادیہ شاہ کو ایک ڈفر جنرل نائج سے عاری اور ست لڑکی قرار دیا۔ وہ قریب اشرف کر کے چلتے بنے۔ چشم چشم نیز سماں ہاریہ کو پہنچ کر سمانہ نے سینے سے لگایا اور چھاپت اس کی دل میں لے ڈایں۔ اب چونکہ اسے ایسا کوئی خطرہ لا جائیں نہیں رہا تھا، اس لیے اس نے یہ راز ہاریہ کے سامنے ہی اٹھنے میں کوئی عارضہ سمجھا۔

ہے ہے ہے

نظر کا تیر جگر میں رہے تو اچھا ہے یہ گھر کی بات ہے، گھر میں رہے تو اچھا ہے رمان نے اس کے شانے پر بازو پھیلاتے ہوئے دل سوزی سے کہا۔

”تمہریہ جو رکشوں کے پیچے سے شعر رہتی رہتی ہو نا، یہ مجھے مت سنایا کرو۔“ اس نے ایک بھنگے سے اس کا بازو بھٹکا۔

”اتھی نہیں نہیں جانوں کا نام کیا کر دی؟۔“ ہادیہ کو فکر لگ گئی۔ ”بے چارے بے زبان جگنو اور تسلی۔“ ”محترمہ ہادیہ خاتون! کیا آپ پچھوڑی کے لیے میں تھا چھوڑیں کی؟۔“ بڑے ضبط کے ساتھ اس نے کہا۔

”خاتون؟ شرم کرو، میں تم دونوں سے ڈھونے سال چھوٹی ہوں اور تم دونوں دھڑکے سے بچھے خاتون اور رہی باتیں سے جانے کی تو نہیں ہے، چلی جاتی ہوں۔ ویسے بھی بہوں کی محفل میں بچوں کا کیا کام۔ تم لوگ باقیں بھی تو ایسی کر رہی ہو جس سے مجھے جیسی معصوم بچی کے اخلاق کے بگڑنے کا اندازہ ہے۔“ بڑے آرام سے وہ کتابیں انعام کے چلتی بنی۔

”باں تو بول بچہ! کیا ہے تیرے من کی مراد؟۔“ رمان کی بیالی سادھوست کی طرح جھوم کے بول۔

”ئیں کہ ہاپنے سو بنے ویر کو ھوڑی پر بھاکے کے سمن طرف روان کر دے۔“

”تھوڑا بچا، اور ٹنھی کاں اور دماش رکھتا ہے اور بیٹھنے کا نہ ہے، سروں کی نسبت چھوڑ زیادہ کی چالوں میں تھا بے اس، چال بھر کے تو میں تم سارے گھر کی طرف روان نہیں لرھتی اور پھر وہ ایک عدد زبان بھی رکھتا ہے اور پچھے دینا کہ ”تنی بنے! یہ حکم کاے؟“ (ایسے بھن ایس سیاہ؟) تو میں کیا کہوں کی کہ ”بائے ویر! یہ حکم کیا ہے؟“ ویسی نیس۔“ ”چاہیں جس کے میں تم ساری بھا بھی بخوں۔“ وہ دیکھتی ہوئی۔

”یہر! میرے چھوٹے نہ چاہنے سے کیا ہوتا ہے۔“ وہ بھی شجیدلی سے بھاگنے لگی۔ ”یہ توب شانی بھائی پر منحصر ہے کہ وہ کیا فیصلہ کرتے ہیں۔“ تم کسی طرح اپنی بات ان تک پہنچا دو اور دعا کرو کہ جو پھر تم ساری عقل پر چڑے ہیں، ان میں سے تھوڑے سے ان کے جھے بھی آجائیں۔“

”یہی تو مصیبت ہے کہ کہوں کسے؟ ہماری اتنی فریںک نہیں کہ میں مدد پھاڑ کے آئی لوگوں کے لئے“

”ٹھیک ہی تو کہہ رہی ہے۔“ واقعی گھر کی بات گھر میں رہنی چاہیے، زمانے بھر میں ڈھنڈو را پیٹنا تو بری بات ہے۔“ ہادیہ نے طرفداری کی۔

”ایک تو تمہارے شعر، ہی کم نہیں کایجہ دھواں کرنے کے لیے، اوپر سے اس کی تشریحات ایسا لگتا ہے پھونکنی لیے دلی ہوئی چنگاریاں برآمد کر رہی ہو۔“ سہانہ نے بال نوچے۔

”اے اپنے قلن کا مظاہرہ کرتی سر جانا تم دونوں، میرے مسئلے کا حل مت نکالنا۔“

”مسئلہ تو تم خود ہو اور مصیبت تم سارا دل ہے جو بڑی غلط جگہ اٹک گیا ہے۔ اس کا واحد حل یہ ہے کہ تمہاری جو تیوں سے تو اضع کی جائے ماگر تم ازندگی اس مجبت سے تو یہ کرلو۔“

”جب شہیں کسی سے مجبت ہوں،“ تب انہوں گی۔“

”کیا دیکھو گی؟“ ”تمہارا سر ظاہر ہے بسی دیکھوں۔“ تب تری ہو۔

”کرنا کیا سے، وہی جو اچھی بیوالی نہیں ہے۔“ تو طے ہے کہ مجھے مجبت شادی بھروسہ، اور وہ ان اپنے شوہر سے۔“ رمان نے اعلان کیا۔ اس پر سانس ناک بھوں چڑھائی۔

”بڑی میرانی اس وضاحت میں آپ مجبت شادی کے بعد اپنے شوہر سے بھوں اور نہجہ کیں مجھے رہتے کہ شادی کے بعد جھٹکی کے تائی سے جبکے گی۔“

”مجبت اور وہ کو بھی ہوتی ہے تھر تم ساری والدات پر مجھ میت ماری گئی ہے۔“ وابی تباہی کے جبارتی ہو۔

”تو کچھ کروناں میرا، میری اپیٹی بھنا۔“ وہ بے بس ہو گئی۔

”چھوٹی بھنا کہو۔“ وہ اترائی۔

”اچھا چھوٹی، نہیں منی بھنا، پچھہ تو کرو کہ میرے دل سب سے چیزوں کو قرار آئے۔“ نہجہ امید کا کوئی جگنو، آس کی کوئی تو تسلی تمہارو۔“

”تم نے میری ہنی کی چال کو مینڈک سے تشبیہ دے کر اچھا نہیں کیا لیکن چونکہ تم یہ مشورے میرے بھلے کے لیے دے رہی ہو اس لیے مان لیتی ہوں بالآخر تم کو تو میں ان کے سامنے چلا ہی نہ کروں، مجھی رہوں۔“ اس نے تابعداری کی حد کر دی۔

”ہاں تاکہ وہ یہ سمجھیں کہ لاکی پر فوج گر گیا ہے اور ہاں، اب یہ بوگنیاں مارنی بھی چھوڑو۔ کم بولا کرو مگر اچھی، پی تسلی بات کیا کرو یہ تاثر دو کہ تم بہت ذہین و فطیں ہو اور بہت سمجھی ہوئی با معنی گفتگو کرتی ہو۔ پتا ہے زبانِ شانی بھائی کی لمحہ نہیں ہے۔“

”اور حسنِ میری طاقتہ۔“ سانہ نے گروں اکڑا۔

”تم نے پھر بونگی ماری۔ میں نے ابھی تاکید کی ہے کہ بے سر پر کی بات مبتدا کرنا۔“ اس کی کڑوی بات کو سانہ نے ایک بار پھر مصلحت کے شیرے میں پیش کر دیپ چاپ ٹھیں لیا۔

”پند ایسے شوق اور مشاغل پا لو جو بڑے نفیس اور شامرانہ فنکارانہ سے ہوں۔ جیسے مصوری، افسانہ، تکاری، مطابق، شاعری، دغیرہ وغیرہ۔ اس کے ساتھ ساتھ ایک آجھہ کہ یہ شوق بھی اختیار کر دو۔ مثلاً“ ندک پیٹنک دغیرہ کے جو ہر دکھاؤ۔ ان کے لئے ہوتے نکال کر دل سے سنوارو، سجاو، اپنے شکھڑا پتے بختے گاؤ۔“

”عنہ ہر طرح سے ایک بی بی بی بی بن کر دکھاؤ۔“ یہ بہت مشکل ہے مارا مصوری کیا خاک کرنے ہے، سید حمی لائیں تک تو تھنچتی نہیں مجھ سے اور افسانہ تکاری نہیں تو پتا ہے برسات کا ایک دن اور میرا پسندیدہ سیل جیسے موضوعات میں پچاس سطروں کا مضمون تک خود سے نہیں لکھ سکتی۔ ہمیشہ رئے مارے ہیں۔ یہی حال شاعری کا ہے، نہ کہ تو وزن میں بات تک نہیں کرنا آتی۔ مصری کیا بناوں۔ ہل مطاعتہ کیا جاسکتا ہے بلکہ کرتی تو ہوں۔ ہر میں چار ڈاگست آتے ہیں گھر پر اور رضیہ بٹ کے سارے نادل بھی کانج اما بربری سے لے کر پڑھ رکھے ہیں۔“

دول۔ یارا میں نے تو کبھی ان سے حال تک نہیں پوچھا۔“

”یہ تو تمہاری بد تہذیبی ہے۔“ ”تم مجھ میں کیڑے نکالنے کے بجائے یہ بتاؤ کہ میں کیسے اپنے دل کی بیات ان تک پہنچاؤ۔“

”پچھے بھی کرو مگر وہ فلمی ہتھکنڈے مت آزمانا جو تمہیں بڑے پسند ہیں۔ میرا بھائی اس ناٹپ کا نہیں ہے۔“

”تو تمہارا مطلب ہے کہ میں ”اس“ ناٹپ کی ہوں۔“ وہ ذرا سی گرم ہوئی پھر مصلحتاً ”زرم پڑ گئی۔“

”تو پھر تم ہی مشورہ دو، یہیے بیڑا پار ہو۔“

”بہت احتیاط سے، بہت زناکت سے۔“ تاکہ یہاں پار ہونہ کہ غرق ہو۔ پسلے تو تم اپنی وہ ساری حرکتیں ترک کر دو جس سے شانی بھلے پڑتے ہیں۔“

”یارا میری لیکن دن ہی عرضت بہت۔“ نہیں چرتے۔“ وہ سببے چاروں سومن۔ ”اے ایسا ایس کر کے ایسی ساری حرکتیں ترک اور ایسی تجھے تمہرے بھس و حرکت پڑا دیں گے۔“

”محبت پاٹ کے لیے بہاپتی قابو۔“ کیا وہ چار بے تکمیل ایسیات حرکتیں ہیں یا پھر نہیں۔ زیادہ نہیں تو کم از کم قائمیں، بیٹھا اور خلت پر رہیں تو رہ گانے گانا چھوڑو۔ چلو پہنچ پہنچ پہنچ پہنچ پہنچ کر لینا مگر ”شاہ پیلس“ میں۔“ اے ایسا جاہر یہ کرو جسے تمہیں پتا ہیں۔ نہیں تو تم بھر جائیں۔“

”تمہیں کچھ خبر نہیں، ایشوریہ رائے ایشوریہ میں ہے یا شہزاد رائے کی بیس۔ نہ ماذ انہر بہیا پیٹے، سوت کے صابن کا نام۔“

”مھیک سے ہو جائے گا۔ اور پھر؟“

”اپنے حلنے کا انسانیل پہنچ لرو۔ ایس تو تم مینڈ کی طرح پھنڈ ک پھنڈ کر چلتی ہو۔ تاکہ لم وقت میں زیادہ سے زیادہ فاصلہ طے کرو اور اگر آہستہ حلنے تو کما جائے تو یوں پیل تھیٹی ہو کے الامان۔“ تمہیں پیتا ہے کہ شانی بھائی کو پیل تھیٹی کی آواز سے کتنی چڑیتے۔“

ہوں۔"

"کتنی بُری بات ہے یہ روزِ روز کی پھٹیاں کرنا۔"

کلفِ زدہ سفید دودھ یونیفارم میں نیلی ٹائی والا سب سے سر پر جمائے وہ منہ اور آنکھیں دنوں تسلی پھڑائے دروازے کی طرف دکھ رہی تھی۔ جیسے ہی شایان شاہ آتے نظر آئے اس کا بین آن ہو گیا اور رمان کارنالیا ہوا سبق و فرفر نانے لگی۔

"کچھ اندازہ ہے کہ اس سے تمہاری پڑھائی پر تنا برا اثر رہے گا۔ نہیں، میں یہ ہوتے نہیں دیکھ سکتی۔ میں تمہیں اپنے ماں ہوں سے اپنا مستقبل مخدوش آرتے نہیں دیکھ سکتی۔ میں تمہاری روزست ہوں اور روزست وہی اچھا جو روزست مشورہ دے۔ مجھے زبردستی ہیں تمہیں کافی چلے جانا را تو میں لے کر جاؤں گے۔ کی بوقت تھنہ کا نجٹے جانے کا کچھ تردکھانے کا، آنکے بڑھنے کا جھمنی کہیں ہے۔ قبیلہ پھولی مولیٰ تکالیف اور بیماریاں را وکی رہت ہیں میں بتھیں یہاں سے، مکن مجھے ایک سو تین بخار پڑھیں ہوں گئی تھیں کہ انہیں کامیابی دے سکوں پس پتھری رات بھر جاگ کر کی تھیں۔ تعلیم کے بغیر

شہادت پڑھنے۔

"یہ بیانپیوس پڑھا رہی ہو میری بیکن کو۔" اس کے ذیب رہ اور انہوں نے چھوٹی ہوئی سانسوں کے ساتھ تھا۔ سماں ایک دم چپ ہو کر انہیں دیکھنے لگی۔ وہ ہو گئ کر کے آرہے تھے اور آج بھی ان کا چھوڑت سے تمہارا ہوا سالگ رہا تھا۔ ڈارک گرین جائیک سوت میں کسری بدن، دراز تر اور گندی رنگ بے حد نہیاں ہو رہی تھی۔

"اب بولتی کیوں بند ہو گئی ہے۔ دیکھو سانہ لی لیا! تمہیں اس روز بھی سمجھایا تھا کہ پڑھائی میں دیکھی تو یہ تمہارا فائل ایرہے، بجائے اس کے کہ تم خود سیریس ہو۔ تم اس بے وقوف رہاں کو بھی اکسار رہی ہو۔ ضرور شاپنگ یا کسی فریڈ کی طرف چلنے کا پروگرام بن رہا ہو گا جس کے لئے تم اسے کافی جانتے

"اس قسم کے مطالعے کے رعب میں میرا بھائی نہیں آئے والا۔ اس پر اپنی قابلیت کا سکھ جانا ہے تو سعادت حسن منتو، عصمت چنتائی، الطاف فاطمہ، اشفاق احمد، شیکسپر، ورڈزور تھے اور چارلس ڈکنز کی تصنیفات پڑھو۔"

"میری توبیہ ہاں یہ کیا جا سکتا ہے کہ ان کتابوں کو کھوں کر بیٹھی رہوں۔ انہیں کیا پتا چلے گا کہ بڑھ رہی ہوں یا نہیں اور وہ کنگنگی یہ سب سے مشکل کام ہے۔ مجھے صرف چائے بنانا آتی ہے اور تمہیں یاد سبھے ایک بار مہمان آئے پر میں بڑی شان سے ٹرے سجا کے ڈرائیکر روم میں لے گئی۔ سارے کپ سامان میں رکھے، چینی ڈالی، دو رہے انڈیا اور جسپل پت انہا کے کپ میں قبوہ ڈالنا چاہتا تو میں پت انہاں پھی کریں، انہا تو چلی گئی مگر ایک قطرہ تک نہ لکا۔ میں چائے کے سبھے قبوہ تو دم کرنا ہی بھول گئی اور تمہارے بھائی نے میں مزید سنوارنے کی تجوہ اشہرت بنا دی۔ میں اپنے صلاحیتوں کا مظاہرہ کروں۔ پہنچانے کے سارے ڈرائیکر ہمیں ہوئے آتے۔ اسے مجھ سے کوئی ایک چیز ادھر سے ادھر رہی۔ سب اپنے مقام پر نفاست اور قریب تر ہوئے۔

کا کمرہ تو لگتا ہی نہیں۔ اپنی درجتے تھیں۔ ہوں کہ آرائی قلعے یا جنہیں۔ ہوں کہ اپنے کسی چیز کی کمی نظر نہیں آتی۔ نہ دیکھو، نہیں دیکھو۔ صفائی کی نہ توازن کی۔"

"میرے پاس ایک سو ایک طریقے ہیں نہ اپنے پر کرنے کے لیے مگر تمہارے پاس ایک ڈارا یہ بہانے ہیں ان سب سے کتنی کترائی ہے۔ برپیں تم محبت کا امتحان پاس۔ ایک آدھہ سیل آنے کا ڈرہوڑا میری ٹیوشن کام بھی آئے، تمہارت جیسی تکمیل شاگرد کا تو سب مضامین میں صفر لینے کا امر کا ہے۔"

"اچھا، اب تم جو جو کہو گی، میں وہی کروں گی۔ احتراض کرنا یا بہانہ بنانا تو دور کی بات، میں پوں تک نہیں کروں گی۔"

"اچھا پھر سنو، شریطے نہائی وائے نہیں بتا رہی

سے روک رہی ہو۔

”کیا میں تو؟“ وہ ہکلا کے رہ گئی۔
رمان اور سانہ نے سٹپٹا کے ایک نظران کے چہرے
کو دیکھا جو خطرناک حد تک سنجیدہ تھا۔ مذاق کی ہلکی سی
رمق تک نہ تھی اور دوسری نظرانی ہونق شکلوں پر
ڈالی۔

”تل لیکن میں تو میں تو؟“ وہ ہکلا کے رہ
گئی۔ سمجھ میں نہ آ رہا تھا کہ کیا وہ جوش خطابت میں
کچھ ایسا سیدھا کہہ گئی ہے یا شایان نے کوئی نفس مذاق
فرمایا ہے۔

”کیا کہا؟“ انہوں نے کانوں سے ایر فون نکالے
اور پاکٹ میں سے مختصر سا اک میں نکال کر بٹھن آف
کیا۔ وہ دونوں یہ تو بھولتی تھیں کہ دہبیش سے
جاگنگ کے دوران میوزِ سنٹر کے سامنے تھے۔ بقول
ان کے اس سے تھدن کا احسان نہیں ہوا اور بخوبی
کی بوریت اور آتابہت کے۔ حسبِ مشائیخ
حاصل کرنے کے لیے ذیزہ دو جنہیں کی داؤ اور
جاگنگ کر لیتے ہیں۔

”میں یہ کہہ رہا تھا کہ میں پڑھتی نہیں۔“
اسے دوبارہ تیار کر کر سانہ نے مٹا دی۔ مٹا شاخ
گذدہ ہو گئے تھے۔ دیتے ہیں یہ مٹا شاخ کے
مطابق یہ سب ایسے ہنپھلیں تھیں۔ شہر مٹا نے
سب وہ ان کی لامگی جگہ پر رکھ دی۔ خیر کہ مٹا نے
سچے نہ کہ یہ محسوس ہوا۔ مٹا شاخ مٹا شرست
لپے کر رہی ہے، اس لیے چپ رہنے میں ہی صافیت
جانی۔

”رسوں شامی بھائی کی بر تھڈے ہے اور ہم تینوں کو
انہیں کفت دینا ہے۔“

”وہ کیوں؟“

”امپریشن جھٹاڑنے کے لیے بدھو۔“

”لیکن وہ تو میرا درد سر ہے، تم دونوں کس خوشی
میں۔“

”وہ اس لیے کہ میں تو ظاہر ہے ان کی اکتوبریتی بنی
ہوں اور ہادیہ اس لیے کہ وہ کزن ہے۔ اب اگر تم اکملی
انہیں گفت دتی ہو تو تمہیں تو پتا ہی ہے میرے بھائی
کے مزاج کا، وہ کوئی نوی کی عمر کے لڑکے تو ہیں نہیں کہ
تمہارا گفت پا کے کد کڑے لگاتے پھریں گے۔ پہلا
خیال ان کے دماغ میں یہی آئے گا کہ اس لڑکی نے آخر
مجھے گفت کس لیے دیا جبکہ آج سے پہلے بھی میری کمی
بر تھڈے گزری ہیں جو اس کے علم میں تھیں پھر آج
سے پہلے تو کبھی دھلے کی موںگ پھلی تک نہ دی تو یہ
گفت۔ اور میں تھیں کتنی بار سمجھاؤں کہ تھیں
ان کی توجہ ایک بار اپنی طرف کرنی ہے اور بس یہ
نہیں کہ انہیں چھوٹتے ہی احساس دلاو کہ تم ان پر بربی
طرح فدا ہو، وہ تو بدک جائیں گے۔ ہو سکتا ہے
تمہاری طبیعت صاف کر کے رکھ دیں، کان تک کھیچ
ڈالیں۔“

”لیکن اس طرح میرے گفت کا کیا فائدہ ہو گا؟“
انہیں پیسے خرچ ہوں گے اور وصولی خاک بھی نہیں۔“
”ہر جگہ نوع کو زہن میں رکھنا چھوڑ دو۔ ویسے اتنا
بھی ہے فائدہ کام نہیں یہ۔ دیکھو ہم دونوں گفت تو
ضرور دیس کے مڑو والے ہوں گے جنہیں شامی بھائی
مردا۔“ قبول تو کر لیں گے، مسکرا کر شکریہ بھی ادا کر دیں
۔ یعنی دل بھی دل میں یہ ضرور کیں گے کہ یہ کیا
حماقت ہے۔ غیرہ وغیرہ۔ اور تمہارا گفت ایسا ہو گا جو
انہیں چونکا دے گا، ان کے ذوق اور پسند کے عین
مطابق وہی چیز ہے دیتے ہوئے تم بے نیازی سے کھو گی
کہ رمان نے مجھے آپ کی بر تھڈے را نواٹ کیا۔ مجھے
وہ قطعی اندازہ نہیں تھا کہ آپ کے لیے کیا گفت لے
جانا چاہیے پھر میں نے اپنی پسند سے یہ حقیر ساختھہ لیا
ہے۔ پتا تھیں آپ کے معیار پر پورا اترتا ہے یا نہیں۔
بھر حال مجھے تو یہ بہت پسند ہے اور وہ خو شگواری حیرت
میں بنتا ہو جائیں گے یہ دیکھ کر کہ ان کی اور تمہاری
پسند کتنی ملتی ہے۔ بس یہ ہو گا پہلا مرحلہ۔ اس کے
بعد ایک آدھ مرتبہ اور اسیں یہ احساس دلاتا ہو گا کہ
آنہ سانہ مغلیم بھی کوئی چیز ہیں۔ جب کوئی کسی کا اہم

”میں بتاؤں سمانہ!“ ہادیہ اپنے موزوں والی تجویز کی
بذریائی پر بھل انٹھی اور بڑھ چڑھ کے مشورے دینے
لگی۔

”تم ایسا کرو، انہیں ایک دیکیوم کلیز نلاو۔ مایی کے
ساتھ وہ روز بچ کھج کرتے ہیں کہ وہ گرد بست اڑاٹی
ہے۔ اپنا دیکیوم کلیز ہو گا تو خود ہی اپنے کرے کی صفائی
کر لیا کریں گے۔ کیا ہوا ہاں، منہ چاہو گا۔“ ان کے
چڑھوں کے تاثرات سے اے اتنا اندازہ تو ہو گیا کہ یہ
مشورہ کسی کو پسند نہیں آیا۔

”ایک نسبتاً“ سستی تجویز بھی ہے۔ فینائل کی
گولیاں یا کوپیکس باؤڈر تھیں تو پتا ہے کتنے صفائی
پسند ہیں، وہ لیکن لان میں کھلنے والی کھڑکیوں سے اکثر
آجائے والے کیڑے مکوڑوں سے کتنے پریشان رہتے
ہیں۔ تمہارا یہ تحفہ ان کا مسئلہ ختم کر دے گا۔“

”یار رہا! یہاں ایک گلدان پڑا ہو تھا۔“ سمانہ
نے اہر اہر نظریں دوڑائیں۔

”کیا بُر رہا!“ کتاب کے کرے کی چیزیں انھا کے
ہاتھ پہنائی، افت کرو گی۔“ وہ اس کا ارادہ بھانپے
خیپ پختے ہیں۔

”ندھا بچھے اس نوئی کے نجح کو جو میرے کرے کا
ہے۔“ قہلان، وہ بیک اور سلوو گلدان انھا کے اپنے
ہاتھ میں لے لی۔ اکب کے رہاں بھی بھنائی۔

”بُریا! ایسا بُر کیا!“ اس کو جو الیکٹریک گھنٹوں کرنے
کے جس اس سے تمہارت اخلاق پر بزرے اثرات
ہر بہت بہت باندھیں ہے۔ اس لیے بہتر ہے کہ تم اپنے
نیقل، لبروار وغیرے ہوئے کیسیں اور کارخ کر دے۔“
ہماں نے اسے بازو سے پکڑ کر انھا یا اور دھکھلتے ہوئے
لمرے سے نکل کر دروازہ بند کر دیا۔

”سوچ لیا۔“ رہاں نے چنکی بجا لی۔

”شالی بھائی کو مٹا لے کا بست شوق ہے اور وہ بھی
مشکل مشکل ناموں والے رائٹرز کے انگریزی مارل
اور تحقیقی کتب۔ اگر تم ایسی ہی کسی بجیب و غریب نام
والی مولی ہی کتاب خرید کر انہیں گفت کر دو تو تمہاری
قابلیت کا خاصاً عرب پڑے گا۔ تم بڑی پڑھا کو پاروں

ہونا تسلیم کر لیتا ہے تو اس سے محبت کرنا پھر کوئی بڑی
بات نہیں۔“

”واقعی یاری تو تکنی ذہن ہے۔“ سمانہ نے پہلی بار
کھلے دل سے تعریف کی جبکہ منہ کھولے ہادیہ نے اپنی
میں سرہلا یا۔“

”نہیں، یہ کہو کہ تو تکنی خزانہ اور کائیا ہے۔“

”پھر کیا گفت دوں میں؟“

”پہلے یہ طے ہو جائے کہ ہم دونوں کیا گفت دیں
گے۔“ ہاں تو میں نے سوچا ہے کہ میں تو ایک عدد دیل کی
شیشی پیک کر کے دے دوں گی اور ہادیہ کے لیے بہتر
رہے گا کہ وہ ازار سند ڈالنے والی سلامی پر رن باندھ کے
گفت کر دے۔“

”ہاں، تاکہ یہی سلامی میرا چشمہ اتار کے ان دیدوں
میں پھوڑ دیں۔ مجھے اپنی بے عزتی نہیں کر لان۔ تم ہی
دوایے شاندار آئٹھ میں نے گفت دینے کے لیے پچھے
اور سوچ رکھا ہے۔“ اس نے عساف انکار کر دیا۔

”یہ کروائے گی میرا بیرا غرق۔“ سمانہ نے دانت
کچکھا کے

”جو مرضی کرو،“ میں توہنی دوں میں نے لے۔
رکھا ہے۔“

”مثلاً لیا؟“ رہاں کا خیال تھا۔ شدید محنہ
کف لنسکس یا پرفیوم ہے۔“ میں نے لے۔
ہو۔

”موزے۔“ اکثر ہی ان سے ہے۔“
آوازیں آتی ہیں کہ میرے نہاد موزے سے سوت
فلان جراب کا ایک پیس میں مل رہا۔ اسکی پسہ زیکری
نہیں ان کا کوئی موزہ، اس لیے میں وہ ان سے نہیں
جرابوں کا جوڑاں گی، کم از کم ان کے ہام تھے گا۔“

”ہاں یہ بھی ہے۔ چل یا را دینے، اسے اسے یہی
گفت۔“ رہاں نے سمانہ کو آنکھ ماری۔

”یہ بے چارکی کیوں ہماری پلانگ کی وجہ سے اپنی
بے عزتی کرائے۔ ان موزوں کی وجہ سے ہو سکتا ہے
اس کی قدر و منزلت شالی بھائی کی نظر میں بڑھ جائے۔
اب ہم یہ طے کرتے ہیں کہ تم کیا گفت دو گی۔“

قسم کی لڑکی سمجھی جاؤ گل۔ ”
”ہاں یہ نمیک ہے۔ میں آج شام کو ہی کسی بُک
شاپ پر جاتی ہوں۔“



”ارے بھائی! تمہیں یہ لانے کی کیا ضرورت
تھی؟“ سمانہ کو بری طرح محسوس ہوا کہ انہوں نے
صرف اسی سے گفت لیتے ہوئے یہ فقر و ادا کیا تھا اور
”تمہیں“ پر خاصاً زور دالتے ہوئے کہا۔
”رمان نے مجھے انواع کیا تھا بہت اصرار کے
ساتھ۔“ اس نے چھوٹتے ہی جتنیا کہ وہیں بلانی سمانہ
نمیں ہے اس خالصتاً ”بھر بیلو سہد“ کی تحریک بدل دی۔
رمان نے سربراہی میں کے لیے اپنائیں ہیں پاٹ کی
تھی۔

”اور مجھے خانہ باتھہ آتا مناسب ہے۔“
آپ کی پسند کے بارے میں پچھا اندازہ بھی نہیں ہے۔
”تمیں“ اس لیے خاصی سوچ پہنچا رہا ہے۔
لیکن وہ اصل میری دلچسپی اُن لامبائیوں سے ہے۔
”محدود ہے۔ پتا نہیں آپ۔“
رمان کی ہدایت سے عین ”بھر بیلو سہد“

انداز میں اور تحریر ہوتے ہیں سربراہی میں
سلبھی ہوئی سی لگ رہی تھی۔ بھی خانہ باتھہ
کے کھنے پر کیا تھا۔ میرون سلمہ بیوی۔ دلیت ہے
اور سلک کا دوپٹہ جس کے سورج پر۔ سارے دلیت ہیں
تھی۔ خاصی سوبر مگر کھلی جعلی اور نہیں تھی۔ میرہ بھی
وہ۔ لباس کی تراش خراش کی سادگی اور رنگ ناشف
ہونا بہت متوازن تاثر قائم کر رہے تھے۔

”مگر مجھے شادی بیاہ کے گیتوں کی سماکیش نے آیا
دیچپی ہو سکتی ہے یا بھر کسی زنانہ رومنی ناول سے۔“ وہ
ترسخرے ہے۔ ”بھر بھی یہ تخفہ ہے،“ اس لیے
شکریہ کے ساتھ قبول کر لیتا ہوں۔“

”آپ نے یہ اندازہ کیے لگایا کہ اس میں ایسی کوئی
خلافات ہوگی۔“ وہ اپنے بارے میں ان کی رائے جان
کرتے گئی۔

”میں صرف انگلش ناولز پڑھتی ہوں اور میری
معلومات بھی صرف ان کے بارے میں ہیں،“ اس لیے
صرف یہی گفت کر سکتی ہوں۔ اگر میں نے بھی زنانہ
رومنی ناولز پڑھے ہوتے تو شاید اس بارے میں بھی
سوچتی۔“

”انگلش ناولز؟ اوفھے آئی سی۔“ ہیری پورٹس
ایک لائل رائٹ؟“ وہ ایک بار پھر بھر کی لیکن مزید
وضاحت کے بجائے ایک مدبرانہ سی مسکراہٹ بھیرتی
بیٹھ گئی جسے کسی نا سمجھنے پچے کی معصوم سی بات پر کوئی
مسکرا کر در چڑھ کرنا چاہے۔ شایان شاہ نے حیرت سے
اس کے سچے سچے اٹھتے قدموں کو دیکھا۔

”سمانہ! کیا ہوا؟ کیا پھر ساتھ والوں کے امروڈ توڑنے
کے لیے دیوار پھاگنگی تھی؟“

”بھی؟ بھی نہیں تو۔“

”تم پھر ایسے کیوں چل رہی ہو؟“

”میں تھے،“ بیٹھ ایسے ہی چلتی ہوں۔“ اس نے سفید
چھوٹے بولا اور بڑی دیدہ لیبری سے بولا جسے سن کر اسے
کہیں سے قلاں پھیپھی بھرتا دیکھتے آرہے شایان شاہ محض
ٹھانستے اچکا کر رکھتے۔

۳: بیٹھ بیٹھ

”خیریت پھاہتی ہے تو بھاگ اڑھر سے۔“

”ج پھر دین والے انگلش غائب تھے اور ان کا لاست
بیچ ہی تھا۔ وہ فاٹل اٹھائے رمان کے ہاں آپنگی۔
فاٹل سے سارے ”بیوکرز“ غائب تھے۔ اس نے بطور
خاص اسے نمایاں کر کے تھام رکھا تھا لیکن گیٹ کے
پاس پہنچتے ہی نجاتی کھاں سے رمان پھُدک کر باہر نکلی
اور اسے دھکے ریتے ہوئے نکالنے لگی۔ ابھی تو سانہ
بیل تکنہ بھاپائی تھی۔

”ہوا کیا ہے،“ کیوں ایسے کھنچ رہی ہو مجھے؟“ اس
کے سوال کا کوئی جواب دیئے بغیر رمان نے ہاتھ دے کر
سامنے سے گزرنے والا رکھر روكا۔

”ابھی پیپر شروع ہونے میں پورا دیر ڈھنگھٹہ ہے۔
میں نہیں بیٹھنے والی اس پھٹپھر کے میں۔“ شایان

سکتی ہیں۔"

"میں تو رائٹر کے نام پر ہی فدا ہو گئی۔ البتہ ذہن میلو فرانس الی پکینو۔ کس قدر بار عجب اور کامیکس نام ہے۔ اب مجھے کیا پتا تھا، ایسے کامیکس اور شاہزادہ ہے واملے رائٹر نے ایسی گند مچائی ہو گی جائے اب سیرا کیا ہو گا۔ چلی ہمی اپریشن بنانے اور لٹھیا ہی ڈبو آکے۔" واقعہ دھکوں پھوکوں اور نے لکھا۔

"میں اب ان کا سامنا کیے کروں گی۔"

"سامنا کرنے کی ضرورت بھی کیا ہے۔ تمیں تو یہ سوچنا چاہیے کہ ان سے سامنا ہے، ایسے امکانات پر غور کرنا چاہیے جن سے تمہارے اور ان کے ناکرے کا سوال ہی نہ پیدا ہو۔"

"اور میری محبت؟"

"اس پر اب تم فاتح پڑھ لو۔"

"سب تمہاری وجہ سے ہوا ہے، تمہارا مشورہ تھا۔"

"بال اور یہ بھی میں نے کہا تھا کہ اچھی بھلی صاف تحریک تابیں جھوٹ کریں تھیں یا ناول اخالانا کہا تھا کہ بھت ساتھی لے چلو سرماں جی۔ وہن سوار تھیں خود پر بہتر نہ انجام دینے کی۔"

پاپوں سے رمان اسے جی بھر کے جھاڑتی پھٹکاتی رہیں مراندری اندر یہ اس کے بچاؤ کے کم بھر طریقہ پر غور کر رہی تھی۔ ایک بہانہ سوچ گئی۔ اس شایان شایا بھی تکلام حتم کے کتاب کھونے کے بعد ان کا غذیغش و غضب رمان اور اس کے ذریعے سماں پر آشکار ہو چکا ہے۔ وہ تو اتفاق سے رات کو ربان نے یوں سی حسب عادت بھیں کا چکر رکھنے کا سوچا تھا کیک کی باتیات سکون سے بینہ کر اڑائی جائیں کہ اس کی نظر خولہ بھا بھی کو کتاب لرالرا کے دکھاتے شان بھائی پر پڑیں۔

"لگتا ہے میری ترکیب نے ضرورت سے زیاد جلدی اثر دکھایا ہے زراسنوں تو دیور بھا بھی میں کون سے راز بانٹے جا رہے ہیں۔" اور زرا قریب ہو کے سننے پر اسے انداز ہوا کہ

چاہنگ کر کے آنے ہی والے ہوں گے، ان سے کہیں نہ کہ وہ لفت دے دیں۔ "وہ اور ہی خیالوں میں تھی۔" "اگر انہوں نے تمہیں لفت دی تو ایسی جگہ چھوڑ کے آئیں گے، جہاں سے تم روبارہ واپس نہیں آسکو گی، نہ ہی ہم میں سے کوئی تمہیں واپس لا سکے گا۔ ہاں تمہارے لیے ایصال ثواب کی نیت سے فاتح ضرور بھیج سکیں گے۔" اس بات سے وہ ایسی خوبصورہ ہوئی کہ اس سے پہلے چھلانگ مار کے رکشہ میں سوار ہو گئی۔

تھی؟" "تم یہ بتاؤ، کیا سوچ کر تم نے یہ کتاب خریدی

"دیکھوں کیا ہوا۔ کیا واقعی میں نے شارٹ بید کے گیتوں والی کتاب یا کھانا پکانے والی ترکیبوں والی کتاب تو تمہیں بھیج دی۔"

"فتحا تو وہ انگریزی ناول ہی۔" تمیں اس مقابلت نالندیش نے اس تاب۔ بد۔ سی۔ ہی۔ ہی۔ تھا؟"

"کس نے نیک پرنسپل نہیں۔" تمہارا مشورہ تھا خود یہ کتاب چوڑکی کرے۔ وادیں یونیٹ میام تھے۔ "Doll hunter" کوئی عدالتی نویت نہیں بیان کرے۔ اسے دیکھنے کے نام ایسے ہی ہوتے ہیں تھے۔ "Doll" افسانوں کے عنوانات میں ہے۔ "Doll" کوئی نہیں۔ بھا بھی تھے ایک بارے۔ بھٹکتے تھے۔ "Doll" کا "تو شے" ہے۔ "منظر الہامیں"۔ بھٹکتے تھے۔ دشکلیت کسی سے تھے۔ "اور سوتھے۔" تین دڑڑا۔ بیکوں "ویسرو گیز"۔

"امتن لڑکی! وہ ایک انسانی بخش اور بے بیوہ ناول تھا۔ ایک عیاش مردی، استان جو بھولی بھالی لڑکیوں کو نہ نے طریقوں سے اپنے جان میں پھنسا تھا۔" "ہیں۔ کیا واقعی۔ با تھے۔ اللہ کرتے میں

مر جاؤں۔"

"مرنے سے پہلے یہ بھی مُن او کہ نہ صرف پڑھنے کی حد تک بلکہ اس میں جا بجا عربی تصاویر بھی شامل تھیں۔ آنکھیں بھٹکتے تھیں تھیں پھولی کیوں نہ ہوں،" نظر تو آتا ہے ناں۔" میں۔ ایک بار کھوں کے نہیں، کیا

بے حد معصوم چہرے کے ساتھ اس نے بیک وقت اتنے جھوٹ روائی سے بولے کہ رمان تک پہنچ پہنچ انھیں۔ شایان شاہ اسے یکستے رہے اور پھر اسی خاموشی سے اپنے گرے کی طرف پلت گئے تقریباً "سات آنھ منٹ بعد ان کی واپسی ہوئی تو وہی کتاب بے حد مضبوطی سے ایک نیس دودوہ پر زمیں پیک بلکہ سیل تھی۔ جا بجا سیپ لگا کر پسند کیا گیا تھا۔

"اسے کھولنے کی ضرورت نہیں، اسی طرح لے جا کر اس ذیل انسان کے منہ پر مارنا۔"

اب انہوں نے سہانہ کالا یا ہوا "تاڑہ ترین" گفت کھولنا۔ رومن کے ماہی ناز اویب "پی رومانوف" کے انسانوں کا انگریزی ترجمہ تھا۔ ان کے چہرے پر استغاب اور شوق کے تاثرات دیکھ کر دونوں کی جان میں جان آئی۔

بنتے بنتے بنتے

"یہ تمہرے روز یا پیشیں اشما کے لے آتی ہو۔" اسے مسخر پڑتے رہے روز عین روز کے وقت فرٹے میں دھکے ہوئے پہنچاں تھے جیہے ارشایان شاہونے نہ کا۔

"جسی دوسری سہانہ دراصل لکنگ کو رسز کر رہی تھی۔" بھائی نے ہی ساہو انہیں بتایا گیا تھا ورنہ اس ستر جس قابل سہانہ آن کل رزلٹ سے پسلے والی طور پر پیشیں ستر فرٹے ہوئے گزار رہی تھیں۔

"یہ صدای یعنیوں نے اُتر دیا ہم پر ہی آزمائے ہیں۔"

بنتے بنتے بنتے

"ایسا اہم ست نہ کل کے زگسی کو فتح دیجئے تھے تم نے۔ اتنی نفاست سے بنائے گئے تھے لگتا ہی نہ تھا، پہلی بار بنائے گئے ہیں۔" اور پھر تو یہ تھا کہ وہ سہانہ کی پچی کا کمال تھا۔

"اور فرائید را اس تو کمال کے تھے، بالکل کسی اچھے چانہ زیریشور نہ کے میٹ دالے۔"

رسخان بھائی کی داد پہ وہ گڑبرا گئی کہ کمیں انہوں نے اسے ریشور نہ کے پھکن فرائید را اس اور منورین پیک کرواتے تو نہیں دیکھ لیا تھا۔

معاملہ کیا ہے تو سرپیٹ اپنے کمرے میں پناہ لی۔ شانی بھائی بھا بھی کو ناکید کر رہے تھے کہ رمان کو پتا نہ چلنے پائے، ورنہ وہ سہانہ کو خبردار کر دے گی بھاں آئے کے۔

"اس لڑکی کی تو میں خود خبرلوں گا، آنے تو دو۔"

ان کی دھمکی بے چاری رمان کو لرزائے دے رہی تھی۔ اب اس نے اسی اتفاقیہ حادثے کا فائدہ اٹھانے کا سوچا۔ انگلش کی پروفیسر سے ایک معیاری وچسپ تاریخی ناول کا نام پوچھا۔ اسی بک شاپ سے خریداً، اسی کی اسیمپ لتوائی اور وپسے ہی گفت رپرپر میں پیٹ کر سہانہ کے ساتھ گھر پہنچی۔ پھر آورز میں اکثر شانی بھائی گھر آجائتے تھے اور آج تو بطور خاص موجود تھے۔

"متنک گاؤ بھائی! آپ یہیں موجود ہیں۔" اب نے اب تک وہ سہانہ والا گفت کھولا تو نہیں، اسی پس ناں اس بے وقوف لڑکی کی حرکت۔ اس نے شک رائٹنگ پیڈ لینے کے لیے وپاں نہ جانا ہوا تھا۔ یہ پہلے کہ گفت تبدیل ہو گئے تھے۔

"گفت تبدیل ہو گئے تھے مگر یہ؟"

"یہ تو پتا نہیں۔ شاید بک کے آیس ہیں۔" اسی پس ایک سے گفت رپرپر کی وجہ سے۔ یہی جملہ تھا اس آدمی کا پیک کروایا ہوا گفت انھیں لائی۔ وہ پہلے سیرا وال وہیں چھوڑ گیا تاکہ اگر کبھی میں آؤں تو بک شاپ، میرا مجھے واپس دے دے اور اس ناٹسے سے اس اتفاقاً، ہی آج رمان کی وجہ سے نہم دباردیاں تھے۔ اس نے یہ پکڑا یا کہ لی۔ اسپا اپنا بھروسیں گن تھیں اور ایک دوسرے گاہک کا گفت اشما کر لے گئی تھیں۔ آپ نے اگر اس کی پیکنگ کھول بھی لی ہے تو کوئی بات نہیں، میں ایسے ہی واپس کر دوں گی۔ آپ یہ والا رکھ لیجئے پلیز۔ یہی میں نے بطور خاص آپ کے لیے پسند کیا تھا بالکہ مجھے تو اس وقت سے یہ سوچ تک شرمندگی ہو رہی ہے کہ اگر اس پیکنگ میں سے پچ پچ "کوکب کا دسترخوان" یا "ہیری پورٹر" نکل آیا تو آپ کیا سوچیں گے؟"

سبحیدگی دیکھ کر فٹ اثبات میں سرہادیا کے اب وہ کہ رہے ہیں تو سنائی ہو گا، جھوٹ تھوڑا ہی بولتے ہیں وہ۔ البتہ نوی ضرور بڑھ دیا۔

”یہ لیلی سی فوڈ پے نماری کی ترکیب کب سے چلتا شروع ہو گئی۔ چلیں یہ بھی ہو سکتا ہے مگر آپ نے نی لی سی نیوز کے بجائے لیلی سی فوڈ کب سے رکھنا شروع کر دیا۔“

سماں کو کسی گڑبڑ کا احساس ہوا، اس کی پیشائی سے پیسند بخوبی بھلا۔ چور نظریوں سے اس نے شایان کی جانب دیکھا وہ مجھلی کھانے میں ممکن تھے اچانک رمان نے لی وی پے خبریں سن کر شور مچا دیا۔

”چاند نظر آگیا کل پہلا روز ہو گا۔“ سب ہی ایک دوسرے کو مبارکباد دینے لگے۔ سماں نے دیگرے سے شایان شاہ کو چاند کی مبارکباد دی۔

”آپ کو تھی اس مقدس مینے کی آمد مبارک ہو۔ پتا ہے اس با بر کست مینے میں ایک نیک عمل کا جرس زیادہ ان کی نماری نہیں ہے۔“ شایان نے اپنے پاس ایک برا کام کیا جائے تو ٹکناہ بھی دس گنا زیادہ ہوتا ہے اس لیے اب یہ بھی بھی پہنچوڑا بند کر دیو۔“

رسان سے کہتے کہتے اچانک انہوں نے اپنی رعب دار انفس انہما میں اور آخری فقرہ تنبیہ کرتے ہوئے زرا سخت الفاظ میں ادا کیا۔ سماں کے ہاتھوں میں رکھی ہے کیکا پا انہما اور اس میں رکھی خالی پیشیں لرز لرز ہیں۔

بہتہ بہتہ

اس بار روزے اتنی سردی میں نہیں آئے تھے کم از کم پہلا عشرہ تو بغیر کھشرتے سحری کرتے گزرا تھا۔ پچھلے دو سالوں سے روزے بھر پور سردوں میں آرے تھے۔ سحری کے وقت گرم گرم نیتر سے نکنا ہی ایک مشکل مرحلہ تھا، کہیں اور جانے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ لیکن اس بار وہ اظہاری کے علاوہ سحری میں بھی وہیں پائی جاتی۔ اسے کشاں کشاں کھجھ لے چلتے کے لیے شایان شاہ کی کشش ہی بست تھی۔

”آج کہاں سے میرا مطلب ہے آج کیا الائی ہو؟“ ہاویہ نے پے چینی سے پوچھا۔

”نماری اور فرانی مچھلی۔“

وہ اور رمان آج پرالی انار کلی گئی تھیں عید کی شاپنگ کرنے۔ والپسی پہ اس نے ”محمدی“ والوں سے نماری اور ”سردار“ سے مچھلی پیک کروالی۔ اس وقت پائیکرویو میں گرم کر کے اور تازہ بگھار لگا کر لارہی تھی۔

”سماں! تمہارے باتحہ میں تو تجھی خارج دوست۔“ بے چاری خولہ بھالی حیران نہیں پیشان زیادہ ہو نہیں کہ اچھی بھلی لگ بونے کے پاؤ بوداں سے بھی نماری اس پائے کی نہیں بن پاتی تھی۔ ظاہر ہے ”محمدی“ والے جو مالے پچاس سالوں سے استعمال کر رہے تھے وہ ان کا کاروباری راز تھا۔ اس میں وہ کسی ایرے نہیں کیوں شرک کرتے۔ ایسے نہ ہو، جس بے تے زیادہ ان کی نماری نہیں ہے۔ شایان نے اپنے پیٹ کا قمر کھاتے ہی اسے تھیک نہیں کیا۔ میری نسوانی تھے۔ میرے باندھتے بے شک مل گئی۔ مل رہا ہے۔ بے شک اور باندھا ہ مظلوم کرتے ہوئے ہیں۔ مل رہا ہے۔ بے شک باندھا ہ جن پر عمل کرے۔ بھلی نہیں۔ نہیں۔ باندھا۔ مل رہا ہ تلا جا سکتا۔

”مسالا انگکٹے پس نہیں، تھوڑا جن تہ وودھ میں بھلوئے رہیں۔“ اس سے اسیں سعیل نہ تھا ہو جاتی یہے اور بڑی کاروں کی فرائی ہے۔ تھی۔

”وافعی؟“ اکھی بار شرودر کے دیشوں کی ظاہر ہے اس انسنی بیویت میں پروپیشنل اور لکھنگی الکٹریٹ بتانے ہوں گے تھیں۔“

”اور نماری پکاتے ہوئے پکاتے ہوئے۔“ وہ پچھے مناسب سی جیزروں رہی تھی اس میں انڈیلے کے لیے کہ شایان بول اٹھے۔

”اوھا کب سکترتے کا رس مالینے سے سکوت جلدی ٹکل باتا تھے اور رنگت بھی خراب نہیں ہوتی۔ بہ ناں سماں! کل نی میں نیلی سی فوڈ پے سنائھا۔“ وہ گڑبڑا گئی۔ مگر پھر ان کے پہرے کا اعتماد اور

ابھی سانہ ٹھیک طرح سے اتر ابھی ن پائی تھی کہ شایان شاہ نے اپنی توپیں کارہانہ اس کی طرف موزویا۔ ”سماں! کل سے تم سحری پہ بالکل مت آنا، ایک تو دیے ہی مجھے پسند نہیں یوں اندر ہیرے میں گھر سے نکلنا،“ چاہے دو قدم کے فاصلے پر ہی کیوں نہ عالما ہو اور دوسری بات یہ کہ آخر گھر پہ آئی اور انکل کو بھی تو تمہاری ضرورت ہو گی۔ تم اپنی صلاحیتوں سے جیسیں فیض یا ب کرنے کے بجائے اپنی ماما کو آرام پہنچاؤ تو زیادہ بہتر ہے۔ بھالی کی مدد کے لیے رمان اور بادیہ کافی ہیں۔“

”لیکن میں سے ماں وہ تو۔“ اسے بروقت بہانہ نہ سو جھا۔ حسب روایت رمان کمر کرس کے میدان میں اتری۔ حیلے بھانے ہمیشہ اس کے پاس وافر مقدار میں ہوتے تھے۔

”شاہی بھائی! یہ اپنی خوشی سے نہیں آتی ہے بلکہ میں خود بلائی ہوں۔ ڈیڈی تو شوگر کی وجہ سے باقاعدگی سے روز رہ ہی نہیں یا تے اور آئی کی سحری صرف چاٹے بیٹے اور بواں اکیک پر مبنی ہوتی ہے۔ یہ بے چوری صفت اپنے لیے سحری کا متفکف کرنے سے جبرائیں اس لیے میں نے اور بھالی نے ہی اس سے کہا کہ بہل انجیا کرے۔ مل جمل کر کام بھی ہو جائے گا اور سحری بھی۔ ویسے بھی اسے اپنے لہر کی شانی کی بستی بہل کی رونق اور بلائی کا بست بھاتا ہے۔“

اس نے آخری فقرے پہ مقدور بھر زور ڈال کر کیا۔ شایان پر رتی بھرا شر نہ ہوتے دیکھ کر مزید اضافہ کیا۔

”یر تو بہل تک کہتی ہے کہ اس کا بہل سے جانے کو جی ہی نہیں چاہتا۔“

”تو اس کا مطلب یہ تو نہیں کہ تم اسے آرام اور سستی کو بہداوار دینے کے لیے اسے یہیں رکھ لو۔ بہل بست ہو گیا۔ کم از کم اپنی چھٹیوں میں تو بھالی کا بوجھ بہل کا کردو۔ چھوٹے بچوں کی زندہ داری کے ساتھ ساتھ دہنہ اٹھانے کے بجائے انہیں کار آمد بنارہی ہے اپنے ہم سب۔“

”اوہ شایان! بس بھی کرو۔ میں کیا زمانے سے

رمان بھی اس کی ”پھیریوں“ سے بہت خوش تھی۔ اب اسے بھالی کی مدد کرنے کے لیے تین بچے رات کے اٹھنا نہیں ڈرتا تھا۔ وہ مزرے سے پڑی سوتی رہتی اور سحری کرنے کے لیے وقت کے وقت اٹھتی بلکہ بچ تو یہ ہے کہ اس نے سانہ کو شایان کے اپنے سکھڑا پے اور سلیقہ شعاری کی وھاک بٹھانے کا مشورہ بہت سوچ سمجھ کر دیا تھا۔ یہ اس کے ذاتی مقاومیں جاتا تھا۔ صرف ایک ہی سرزنش پہ وہ محتاط ہو گئی تھی۔ اور وہ بارہ بازار سے کھانا لا کر اپنے نام منسوب کرنے کی غلطی نہیں دھرا لی۔

اس کے بر عکس اپنی جھینپٹ مٹانے کے لیے وہ بچ بھالی کے ساتھ پچھن میں وقت گزارنے لگی۔ افطاری پہ مزرے کی ڈشز بنتی۔ سحری پہ گول پر اٹھنے بنانے کی ناکام کوشش کی جاتی۔ چند ہی روز کی پریکش کے بعد کل اس نے شایان کے لیے بالکل صحیح انڈا فرائی کر لیا تھا اور ساتھ میں نمک، ملی، مرچ وغیرہ رکھنا بھی نہیں بھولی تھی۔ اپنی دانست بیسی یہ اس کا خاصا ہم کارنامہ تھا۔ اور آج آٹیٹ بھی نیز اسے لائق بن ہی گیا تھا۔ بھالی کے فرزائیں کے پیچھے رول، قیمه سمونے اور شانی لیباں دے رہے تھے انہوں کی آنکھوں پر اس کا اچھا خاصا ہاتھ بٹادیا کرتی۔ اس کی یہ نیز اس کا آخر کار شایان کی نظر میں آئی تھی؛ بہل آئی سحری۔ لیے مہماںوں کی طرح اگر بھی رمان اور بادیہ بھٹکڑا رکھ دیا۔

”یہ تم دونوں بھی سجائی نہیں پہ کس زمانی تھا آڑ بیٹھ جائی ہو۔ اگر سماں روزانہ آگر بھا بھی کی مدد نہ کرے تو وہ توہلکان ہو کر وہ جائیں اتنے لوگوں کے لیے مختلف طرح کی سحری تیار کرتے ہوئے کل سے میں تم دونوں کو بیڈ پہ اینڈتے نہ دیکھوں۔ بھا بھی! آپ انہیں جگا کر زردستی کام کروایا کریں۔ اب تو پڑھائی کا بہانہ بھی نہیں۔ سارا دن فارغ رہ کر ہکلتی نہیں ہیں یہ، آخر سماں بھی تو ہے۔ اپنی چھٹیوں اور فراغت کا ناجائز فائدہ اٹھانے کے بجائے انہیں کار آمد بنارہی ہے اپنے لیے بھی اور دوسروں کے لیے بھی۔“

وے دوں گی۔ ساتھ میں رائستہ اور کباب اور فریزر میں ہیں ہی، وہ مل لیں گے۔ بلکہ میں سوچ رہی ہوں، والپسی یہ افطاری کے لیے گورے بیکر زکی چکن پھوری لئی توں۔“

”بھا بھی! کیا آپ کہیں جا رہی ہیں؟“

”سمانہ! کیا ہو گیا ہے تمہیں؟“ کمل تمر نے اور رمان نے ہی تو میرے ساتھ پروگرام بنایا تھا مارکیٹ جانے کا۔ ”وہ جیران ہو گئیں کہ سامانہ اور شاپنگ کا پروگرام بھول جائے۔

”اوہ... ہالی ٹیکسٹ، من سے ہی نکل گیا۔“

”بس میں تمہیں اور رمان بادیہ کو لاست وارنگ دے رہی ہوں۔ جو جو بھی چیز رہتی ہے وہ آج ہی خرید ڈالو، سوائے چوڑیوں اور جیولری کے۔ آخر چاند رات کو نکلنے کے لیے بھی تو تمہیں کوئی بہانہ چاہیے۔ یا اور کھو، رہنمائی کا آخری عشرہ عبارت کا ہوتا ہے؟“ اس کا اک ایسی سمجھتی ہے۔ کون جانے قسمت میں اچھے نہیں شریف ترین سعادت لکھی ہے یا نہیں۔ اس یہاں توں مرے کرایسی مصروفیات رکھو جس کی وجہ سے عبارت میں شمال پڑتا ہو۔ میں نے زیماں سے سفریت کی۔ انہیں اپنے دستوں کو کوئی انظار پالنے دیتے تا انہیں اپنے بخت میں مدد دیں۔ اس کے بعد جو بھی ہائی ٹیکسٹ جھوٹیں۔ تم توگ بھی ضروری ٹیکسٹ نہ سوتے بناؤ۔ چینک کے دو پیٹے یا رنگوں کی تیس اور چین بتوتے چیلیں، غیر وغیرہ اس کے بعد نہیں، نہ مدارے ساتھ مارکیٹ جاؤں گی نہ تمہیں جانتے دوں گی۔“

وہ خاموشی سے انہیں بولتا سنتی رہی۔ ان کے ناموش ہونے پر اچانک کہہ اٹھی۔

”بھا بھی! کیا آپ کو رہنمائی سے داقعی محبت ہے؟“

”یہ کیا بات ہوئی؟“ وہ اس غیر متوقع سوال پر نیزت زدہ ہو گئیں۔ ”ظاہر ہے، محبت ہے تو اتنی خوش اسلوبیت ہے گزارہ ہو رہا ہے۔“

”نہیں بھا بھی! گزارے والی محبت نہیں، میرا

زمال عورت ہوں۔“ بھا بھی نے ٹوکا۔ ”سب ہی عورتیں اپنے اپنے گھر اور فیملی کی ذمہ داری نہ جاتی ہیں رمان میری ہمیٹ کرتی ہے مگر نہیں پتا نہیں چلتا گیونکہ تم آفس میں ہوتے ہو اور صبح یہ سورہ ہوئی ہے جس سے تمہیں لگتا ہے کہ یہ آرام طلب ہے۔ میں خود ہی اسے نہیں جگاتی۔ کئی ماہ سے پڑھاتی کی وجہ سے اس کی نیند خراب رہی ہے۔ اچھا ہے کہ جی بھر کے اپنی نیندیں پوری کر لے۔“

”اور اگر آپ کو اتنا ہی خیال ہے بھا بھی کافتو آپ بیا کی بات مان کیوں نہیں لیتے۔ کیوں نہیں شادی کے لیے ہاں کر دیتے؟“

موقع سے فائدہ اٹھا کر رمان نے تاک کر جملہ کیا۔ خلاف عادت شایان نے گھوڑ کر ”اپنے کام سے کام رکھو۔“ کہنے کے بجائے ساری توجہ ناشتے پر ہی۔ اس خاموشی کو بھا بھی اور رہنمائی نے مل جائی۔ نظریوں سے دیکھا۔ سہان نے خشک ہوتے حلقات بھا بھی لکی کے بڑے سے گھونٹتے ترکیا۔ اپنے زبانہ پر قابویانے کی کوشش کرتے تھے۔

فجھ کی نماز ادا کرنے کے بعد وہ بھائی سے پہلے میں آپنی بھائی جو اس وقت تحریک سے بے شکر بے شکر اب وقت گزاری کے لیے کافی تاثر پڑا۔

وہ باقی سب کی طرح دوبارہ سنتے بھائی کا تلاوت، نسبیت یا مطلعے میں لیا۔

روماں اسکول جانے لگیں۔ اس سے رہنمائی نوبی کو بھی کافی بھیجننا ہوتا، بعده میں رہنمائی بھائی۔ آفس جانے کے بعد وہ اپنے کمرے کا رخ فرغتیں۔

”آج افطاری میں کیا بننے کا بھا بھی؟“

”آج کوئی خاص اہتمام نہیں ہوتا۔ ۵۔ پنچ بھگوئے ہوئے ہیں، ابال کر چاٹ بنادیں گے اور ماتحتیہ ہی میں بھی گھوول کر رکھ جاؤں گے۔“ اس آدھا اور پالک کے سامنہ پکوڑنے بن جائیں گے۔ لہانے میں بھی زیادہ آٹھم نہیں بن پائیں گے آج، والی پکا بناوں کی اور میٹر پاؤ کے لیے بھتی مسالہ۔ بھمار کے رکھ دوں گے۔ والپس اگر جلدی سے وال کو ترکا گے مگا اور چاؤں وال کردم

اس نے جھوٹتے ہی رمان سے فرماش کی۔

”میں نے سنائے کہ شادی کے بعد خود بخود محبت ہو جاتی ہے۔ کرنا کچھ بھی نہیں پڑتا۔“

”مگر شادی کروانے کے لیے تو بہت کچھ کرنا پڑتا ہے بی بی۔“ رمان اس پے وقت کی راگنی پہ چڑھی۔

”لو بھلا“ شانی بھائی کی شادی ”میں“ یعنی کسے میں کروادوں اور وہ بھی اس سے جیسے میں ان کی آنھ سال چھوٹی بہن نہیں بلکہ پھوپھی جی ہوں۔“

”آپس کی بات ہے سمانہ! مگر پلیز بتانا ضرور۔“ عموماً ہادیہ اس بحث میں کم ہی دلچسپی لیا کرتی مگر آج قدرے سنجیدہ لگ رہی تھی۔

”آخر تھیں شانی بھائی میں نظر کیا آیا؟ یا وہ بھی کوئی محبت کرنے کی چیز ہیں وہ تو صرف ڈرنے کی چیز ہیں۔ ہر وقت دوسروں کی گردان روپنے کو تیار۔ جتنی دری بھی ان کے سامنے رہوں ایسا لگتا ہے سرپہ تلوار لٹاک رہی ہو۔ کتنا بھی احتیاط کرو، کسی نہ کسی بات پہ انہوں نے اعتراض بھی ضرور کرنا ہے اور ڈانٹنا بھی ضرور ہے۔“

”اُتنی تنگ ہو تو پھلی کیوں نہیں جاتیں۔ پیرز تو کب کے دے چکی ہو، اب تولاست پر یکیکل بھی ہو گیا ہے۔“ سمانہ کو اس کی بات ذرا اپنندہ آئی۔

”جانا تو تھا مگر ماں اور بیا کا اپنا پروگرام بن گیا عین سال کرنے کا،“ اس لیے میں نے سوچا یہ بیس دن بھی کسی نہ کسی طرح گزار لوں۔ بعد میں اکٹھے ہی چلیں گے لیکن مجھے نہیں پتا تھا کہ تمہاری نظروں میں اس بُری طرح ہٹکتی ہوں کہ تم یوں منہ پھاڑ کے مجھے واپس جانے کا کہہ دو گی۔“

عادت سے مجبور ہادیہ فوراً ”آنکھوں میں آنسو بھر لائی تو رمان نے ہمدردی کا وائپر تھاما اور لکھی ”مطلع صاف“ کرنے۔

”یار! اس کی بات کو دل پر لے رہی ہو۔ پتا بھی ہے کہ محترمہ عشق کی ماری ہوئی ہیں، ورنہ پہلے یہ بھی آدمی تھیں کام کی۔“

”سماں نہیں!“ باہر سے بڑی ہی لے اور بڑے ہی

مطلوب بچج کی محبت سے ہے۔ یعنی آپ کو ان کے بارے میں سوچنا، ان کا انتظار کرنا، ان کا آپ پر توجہ رکھنا، یہ سب اپھا لگتا ہے؟“

”آف کورس، کس بیوی کو برا لگتا ہے۔ لیکن اب تم اپنے بھائی کو بتا ست دینا وہ اور پھیل جائیں گے۔ ان کے بارے میں سوچنا اور ان کی مجھ پر توجہ تو مجھے بھائی ہے مگر انتظار کرنا۔“ اف سست پوچھو کتنا جان لیوا ہوتا ہے۔“

”ظاہر ہے، شوہر کا انتظار اور بات سے اور سسے اور ہو بھائی! آپ میری بات کا مطلب نہیں۔ مجھیں۔ چند منٹ کے لیے ریحان بھائی کو اپنے شوہر کی حیثیت سے نہیں بلکہ صرف ریحان شاہ کی حیثیت سے دیکھ کر بتائیں کہ آپ کو ان سے کتنی محبت ہے۔“

”لیکن مجھے انہوں سے محبت ہی سرنگ اس لیے ہے کہ وہ میرے شوہر ہیں۔ صرف ریحان شاہ کی حیثیت سے میں ان سے والتفہ کی نہیں۔ ہماری نوٹ ارٹنگ میں ج ہے۔“ وہ بے چارکی سے بڑیں۔

”اس کا مطلب ہے کیسے کہ بھی آپ کی شادی ہوتی، محبت تو ہو ہی جاتی نہیں؟“ اس کے لمحے میں مایوسی در آئی۔

”پلیز، ایسی باتیں مت کرو۔“ وہ ہمہ را سیکھیں۔ ”اس کا تصور ہی مجھے ہر اس کر دیتا ہے۔ ایسا سوچنے میں بھی عجیب بد دیانتی سی محسوس ہوتی ہے۔ بھلا گیوں ہوتی میری شادی کی اور سے خدا نخواستہ جوڑے تو اور آسمانوں پر بنتے ہیں۔ ہمارا میل اللہ نے لکھا تھا، پھر کوئی اور کیوں آتا۔“

”بھا بھی! کیا واقعی نکاح کے دو بول فریقین کے دلوں میں ایک پوسرے کے لیے محبت پیدا کر دیتے ہیں۔“

”میرا تجربہ اور مشاہدہ تو یہی کہتا ہے۔“ بھا بھی سے کی گئی یہ گفتگو استہ ایک نئی سوچ میں غلطان کر گئی۔

”چھوڑ یار! یہ اظہار وغیرہ کے طریقے پر ریسرچ، بس تم کسی طرح اپنے بھائی کی شادی مجھ سے کر ا دو۔“

ہے۔ اس کے تیور دیکھ کے ہادیہ گز بڑائی۔
”عن۔ نہیں۔ میرا مطلب ان کے غصے سے تھا
کہ اتنے غصے والے انسان سے تصور میں محبت کرتے
ہوئے ہی بندے کی روح قضا ہو جائے۔ پتا نہیں سماں
کا اتنا حوصلہ کیسے ہو اکسے“
اور آنے والے وقت نے پتا نہیں کس کے حوصلے
کا امتحان لیتا تھا۔

ترنم کے ساتھ پکارا گیا۔ نومی کی آوانی اور اتنے لوح و
حداکش کے ساتھ سماں کا نام۔ وہ تینوں چونک گئیں۔

سماں۔ سماں سخرا دریہ موسم حسین
نہیں ذر ہے ہم کھونے جائیں کہیں
”سماں سماں“ رمان کے تمرے کے باہر
کھڑے زیماں کے روکارڈ کی نوئی اسی ایک لفظ پر
انک کے رہ گئی تھیں۔

”جنمیں یہ موسم سماں لگانا چاہیے، انہیں لگتا
نہیں اور یہ بے چارہ حلق پیاڑ پھاڑتے بلکہ ہورہا
ہے۔“ ماویہ نے افسوس ناک بھروسہ کیا۔

”دو گپ چائے“ ایک پلیٹ سکو اور چند عدد
بکٹ ” دروازے میں سے جھانک کر نومی نے حکم
جاری کیا۔

”تمہارے دوستوں کو کیا گھر برچائے نصیب نہیں
ہوتی؟“ ”رمان جل کے بولی۔

”آج ضرور نصیب ہوئی ہے کونک آج داروں نق
افروز نہیں ہوئے یہ چائے کا آرڈر شایان بھائی کی
طرف سے آیا ہے۔“ وہ کہہ کر چھتا بنا اور سماں نے
فوراً ”پکن کی جانب روڑ لگائی۔

”رمان! پیر تو بچ کرستی ہے، عشق اندر ہوتا ہے۔
بلکہ لولا لنگرا، خبطی، خبط اخواں ہوتا ہے۔ کوئی بسمانی و
داغی عیب نہیں جو اس میں موجود نہ ہو۔ یہ عشق، ہی تو
ہے جو سماں جیسی ست الوجود اور زمانے بھر کی بہانہ باز
لڑکی میں چائے بنانے کو تیار ہو گئی، ورنہ یہ چائے
بنانے ناممکن اور وہ بھی کسی کے لیے۔ اور بھی
ناممکن۔ اور یہ بھی عشق کا ہی کرشمہ ہے، جو تمہارے
شانی بھائی کی اس طرح آؤ بھگت ہو رہی ہے، ورنہ ان
کے کب کسی سے ایسے تعلقات قائم ہو سکے ہیں یا
ہو سکیں گے کہ کوئی ان کی خاطراتنا تردید کرتا۔ مجھے تو یہ
سوچ سوچ کر حیرت ہوتی ہے کہ کوئی اس قسم کے انسان
سے بھی محبت کر سکتا ہے۔“

اس کے اتنے تفصیلی حیرت زدہ بیان پر رمان کو تاؤ
اگیا جو بھی تھا آخر شایان شاہ اس کے بھائی تھے۔

”یہ ”اس قسم کے انسان“ سے تمہارا کیا مطلب

رمان اس رات دیر تک سوچتی رہی کہ کس طرح یہ
بات پیا اسک پہنچائی جائے۔ بت سوچنے کے بعد بھی بار
بار صرف اور صرف خولہ بھا بھی کا نام ہی ذہن میں آتا
تھا، ان کے سوا اور کسے وہ اس راز میں شریک کر سکتی
تھیں مگر انہیں بتانے کے لیے بھی ایک ہچکچا ہٹ سی
تھی جو اسے روکے ہوئے تھی۔ آخر وہ کیا کہ ان
سے کیا یہی کہ شانی بھائی اور سماں ایک دوسرے
کو پسند کرتے ہیں۔ نہیں، اتنا بڑا اور صاف جھوٹ
کیسے بول دے دے۔ اگر شانی بھائی کو پتا چلا تو وہ اس کی
جان ہرگز نہیں بخشنے والے۔

”اور یہ بھی تو نہیں کیا جا سکتا کہ اس سماں کی بھی
کے یک طرفہ جذبات کی کھانا نہ اول۔ بھا بھی کا سب
سے پہلا سوال یہ ہو گا۔

” یہ تو سماں چاہتی ہے، آخر شایان کی مرضی اور پسند
کیا ہے؟“ وہ پھر سے الجھ گئی اور بھا بھی کو بتانے کی
نیت سے کرے سے نکلتے نکلتے رک گئی۔

”اف کیا کروں، کیسے بتاؤں اور کیا میرے بتانے
سے مسئلہ حل ہو جائے گا۔ میں اس کے سوا اور کیا کہ
سکتی ہوں بھا بھی سے کہ شایان بھائی کے لیے سماں
سے بہتر لڑکی اور کوئی نہیں ہو سکتی۔ آپ میا سے کہ
دیکھئے کہ وہ ڈیڈی سے اس کا اتھ مانک لیں لیں بھا بھی
یہ بات پیا سے کس منہ سے کہیں گے کیا اسی منہ سے،
جس سے وہ رات پیا کو ہادیہ کے لیے رائے پیش کر رہی
تھیں۔ میری منت سماجت کے باوجود میری بات نہیں
ماں گی کہ ”میرے ہی کہنے پر پیا نے انکل سے ہادیہ کی

لگیں۔ یہ بھی اسے نظر آیا مگر سماں اور اسے آٹھ بجے تکنے والی مودی ریکھنے کی بے تالی اس قدر تھی کہ کسی طرف توجہ دینے کا وقت ہی نہ تھا۔ جلدی جلدی کام نہیا اور باریکے ساتھ لے کر سہانہ کے گھر چل گئی۔ واپسی پر وہ حیران رہ گئی کہ کم از کم دو گھنٹے بعد بھی وہ سب لوگ ڈائنسنگ میبل پر اسی پوزیشن میں بیٹھے گفتگو کر رہے تھے۔ چائے کا ایک تازہ ترین دوڑ چل رہا تھا۔ پیا خوش تھے، بھا بھی پر جوش۔ ریحان بھائی ہمہ تن گوش، شانی بھائی کچھ گھبرائے، کچھ سپٹائے سے نومی ان کی پیٹھ تھیکتا ہوا۔ رمان کو یہ ساری صورت حال بڑی دلچسپی لگی۔ وہ دیہی چیز رکھیں کر دیجئے۔ باریکے البتسنے نیند کی ماری۔ فوراً اپنے کمرے میں چل گئی تاکہ جلدی سے عشاء کی نماز اور تراویح ادا کر کے بستر سنپھالے۔ رمان کو پہش سے تراویح بھا بھی کے ساتھ ادا کرنے کی عادت تھی اور بھا بھی گھر کے سب کاموں سے فارغ ہو کر بچوں کو سلا کر سکون سے یہ فرضہ انجام دیتی۔

”کیا چل رہا ہے؟“ اس نے اپنی دلچسپی ظاہر کی۔ ”تمہارے بھائی کو شادی پر رضامند کرنے کی باضابطہ اور بآجاعت کارروائی ادا ہو رہی ہے۔“ جواب ریحان بھائی نے دیا۔

”کافی پلا پلا کر آپ انہیں تازہ دم بھی کرتی جا رہی ہیں تاکہ وہ اپنے موقوف پر مضبوطی سے ڈلے رہیں۔ ارے بھا بھی! یہ حملہ افطاری سے ایک گھنٹہ قبل کرنا تھا۔ بھائی کے ہتھیار ڈالنے کے امکانات زیادہ تھے۔ آخر خالی پیٹ کتنی دریڈلے رہتے۔“ کافی عرصے بعد یہ موضوع زیر بحث آیا تھا، اس لیے رمان نے اس موقع سے فائدہ اٹھانے کا سوچا۔ اس کا خیال تھا کہ جیسے ہی شانی بھائی ذرا سے رضامند ہوتے دکھائی دیے، وہ یہیں سب کے سامنے سہانہ کا نام لے لے کی اور اس سی اس تجویز پر خوش ہو جائیں گے۔ سہانہ کے نام پر کسی کو اعتراض کرنے کی ضرورت بھی کیا تھی۔

”میں نے شایان سے زیادہ پیٹ بھر کھایا ہے، اس لیے زیادہ فارم میں ہوں۔ اسے مانتے ہی بنے گی۔“

بات کی ہے اور شایان کو بھی میں نے ہی رضامند کیا ہے۔ اب میں خود ایک دسری لڑکی کے لیے یہی سب دوبارہ کیسے کروں۔ ”اے اللہ جی! کاش میں دو دن پسلے ساری یا تین بھا بھی سے کر لیتی مگر انہیں بھی تو بڑی جلدی پڑتی تھی۔ اکیلے اکپ سب پچھو سوچ لیا، ایسا سے بھی کہہ دیا اور تو اور وہ شانی بھائی جو چھٹلے تین سالوں سے شادی کے نام پر بدک رہے تھے، انہیں بھی چند جذباتی مکالے ادا کر کے رضامند کر لیا۔ تو پہ روزے میں بھی کتنا کام کرتا ہے ان کا، مان اور میں تو روزہ رکھ کے ایسا بے حد سوچیں ہوں۔ اسی سوتے ربئی کی وجہ سے یہ ساری گزیز بھولی ہے۔ جیسیں ہمتوں کے اندر اندر سارا اروگرام ہے، یا اور میری ناک کے پچھے طے ہو گی۔“

وہ مدد ہوتے اندھیں ہیں، اس لئے اس بڑی طاقتی رہی۔ باہر گھن کر بھی بھی سے بہت بہت نہ تھا، کہ اسکی اور کرتی بھی سے اب یہ نہ ہوتے۔ دیتے ہوئے کوئی بست پچھہ بوسنے کا خرچ نہ ہو سکتا ہے۔ ٹھراس وقت جب بُرٹ والے کے پاس اختیار ہو۔ اس کے پس اور پیٹھ نہیں تو تباہ از لم شانی بھائی کی رضامندی کا ایڈ واٹن ہوتا تو وہ پان س پلٹ سکتی تھیں لیکن۔

”یہ سہانہ بھی ایک دم نکلی تھی لڑکی ہے۔ چار میں سے اظہار کی کوٹش فرماتی ہے، مجال ہے جو بات آگے بڑھی ہو۔ اسی نہیں کرنی ہوئی تو آج میرے بھائے خود شایان بھائی اس کا نام لے رہے ہوتے۔“

سب کچھ آنا ”فانا“ ہی تو ہوا تھا۔ بس پر سوں رات کو افطاری کے بعد یہکی پھتلی گنٹگو کے دوران باریکی داپسی کاڑ کر چلا تو پیدا کئے گئے۔

”بھی! ہم تو اتنے میتوں میں عادی ہو گئے ہیں باریکے اب یہ جائے گی تو کتنی دیرالی اور ادا سی سی ہو جائے گی گھر میں۔“ اس بات پر ھیر کھاتی ہوئی بھا بھی کے منہ میں چچے ایک دم سے نحمد کیوں ہو گیا تھا، یہ رمان نے دیکھا ضرور مگر سرسری سا۔ وہ چونک کر باریکے اور پھر پڑے مگن انداز میں کافی پیٹے شایان کو دیکھنے

بھا بھی نے دلو لہ انگیز انداز میں دعویٰ کیا۔

”میری سمجھ سے باہر ہے کہ ہر دن تین میئنے بعد آپ کو یہ کیا وہ رہ پڑ جاتا ہے۔ میں نہ تو بوڑھا ہو رہا ہوں نہ عمر رسیدہ۔ ستائیں اٹھا تیس سال اتنی عمر بھی نہیں جو آپ سب یوں سر جوڑ کے میرا ”بر“ دھونڈنے بیٹھ جاتے ہیں۔“

”مجھے ہر حال میں ایک عدد دیورانی چاہیے۔ غصب خدا کا، تین سال بوجھے تمہیں جھنبوڑتے ہوئے، لش سے مس نہیں ہو رہے ہو۔“

”اور کیا تمہاری اسی ہسڑھرنی کا خیار مجھے بھگتنا پڑتا ہے؟“ ریحان بھائی نے اپنارکھڑا روایا۔

”نہ ساس، نہ جھٹمان، نہ دیورانی تیچاری میری بیگم کس پر اپنی بھراں نکالے اپنے سرالی چاؤ کھال سے ہو رہے کرے۔ لے دے کر ایک مسکین ساشو ہر ہے بنے مشق ستم بنایا جاتا ہے۔“

”ارے بھائی جان، اب اسی بات تھی۔“ نوی نے لاڑ سے پیکارا۔ ”میری پیاری بھا بھی کو صرف دیورانی ہی جاہیے تھی تو مجھ سے کہتیں، میں حاضر ہوں۔“

”مجھے دیورانی گود میں کھلانے کے لیے نہیں چاہیے بیٹا جی! اور فی الحال تمہاری عمر کے حساب سے تمہیں بیوی بھی ایسی ہی ملے گی۔ بس شایان! میں نے کہہ دیا، تمہیں میری بات کا ابھی اسی وقت جواب دینا ہو گا۔“

”ابھی...؟ اسی وقت؟“ وہ بو کھلا گئے۔

”ابھی، اسی وقت تو میں یہی جواب دے سکتا ہوں جو کب سے دیتا آ رہا ہوں۔“

”اور جسے دوسرے الفاظ میں ”ساف جواب“ دینا کہتے ہیں۔“ نوی نے پھر لفظ دیا۔

”بیٹا! میں ہمیشہ تمہاری سن کر خاموش ہو جایا کرتا ہوں کہ جب وقت آئے گا اور جب تم ذہنی طور پر تیار ہو گے تو اللہ کے کرم سے یہ فریضہ بھی ادا ہو جائے گا لیکن اب تمہاری بھا بھی نے اتنی اچھی اور عمدہ بات کہی ہے کہ میرا دل بے اختیار ہو بیٹھا ہے۔ اب تو

میری بھی یہی خواہش ہے کہ تمہارا کرو۔“ پیارا نے اتنے ماں سے اپنی خواہش بیان کی کہ شایان چیپ سے ہو گئے۔ ویسے تھی اب ان کے پاس کترانے کا کوئی معقول بہانہ نہیں رہا تھا۔ پہلے پہل جب بھا بھی نے یہ تذکرہ چھیڑا تو وہ یہ کہہ کر دامن چھڑا گئے۔

”ابھی میری عمری کیا ہے۔ میرا رزلت تو آنے دیں سے وغیرہ وغیرہ۔“ پھر ماما کی ڈستھ کے بعد یہ موضوع دب گیا۔ بُن س جوان کرتے ہی بھا بھی نے دوبارہ اصرار کیا، تب ممیٹل ہونے تک کی مسلط مانگی گئی۔ تب سے لے کر اب تک وہ ممیٹل ہی نہ ہو پار ہے تھے بقول ان کے اور اب وہ مزید کیا بہانہ بناتے۔

ان کی خاموشی سے بھا بھی نے اپنی مرضی کا نتیجہ اخذ کیا۔

”سوچنے کے لیے وقت مانگنے کی ضرورت نہیں۔“ بھا بھی نے پہلے سے پیش بندی کی۔

”سب پتھر دیکھا بھالا ہے، تمہارے سامنے کی بات ہے۔“

اس بات پر پہلی بار رمان کے کان کھڑے ہوئے وہ سوچنے لگی۔

(تو کیا سماں کی سنی گئی؟ اس کا مطلب ہے وہ جھوٹ نہیں کہہ رہی تھی کہ آج کل ٹخ دقتہ نما زادر تراویح کے ساتھ ساتھ تجدب بھی پڑھ رہی ہے۔)

”اگر آپ سب کی یہی مرضی ہے تو ہمک ہے، میں شادی کے لیے تیار ہوں مگر پھر بھی مجھے پتھر وقت تو چاہیے اور پتھر نہیں تو کم از کم اپنی شادی کے لیے پسند کا حق استعمال کرنے کی اجازت تو دیں۔“

”کیا تم کسی اور کو پسند کرتے ہو، کون ہے؟ اور دیکھو، اگر وہ اچھی لڑکی ہے، اچھی فیملی کی ہے تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہو گا۔“

”ایک تو بھا بھی! آپ فیصلہ کرنے میں بہت جلد بازی سے کام لیتی ہیں۔ میرا کہنے کا مطلب صرف یہ ہے کہ مجھے غور تو کرنے دیں کہ کیا ہاویہ میرے کی مناسب ہو گی یا نہیں۔“

”ہاویسے؟“ رمان ہونق بیٹھی رہ گئی۔ نکر نکر سب

”میری بلا سے، کم از کم میں سماںہ کے سامنے سرخرو تو ہو جاؤں گی کہ میں نے اس کی خاطر کچھ کیا، آگے اس کی قسمت۔“

ٹھلتے ٹھلتے آخر اس نے ایک فیصلہ کر دیا۔ ”نتیجہ چاہے کچھ بھی ہو، بات تو ضرور کرنی ہے۔“

سحری کا وقت ایک تو یوں بھی مناسب نہیں تھا اس ذکر کے لیے، وہ سراحت معمول سماںہ بہ نفس نفیس موجود نہیں۔ سحری کے بعد نماز پڑھتے ہوئے اور تلاوت کرتے ہوئے رمان نے صدق دل سے دعا مانگی۔ دعائیگتے ہوئے اس نے بھا بھی سے پوچھا تھا۔

”بھا بھی! اگر کسی بہت ناممکن سی بات کے لیے دعا مانگنی ہو کہ وہ ہو جائے تو کس طرح دعا کرنی چاہیے کہ وہ فوراً ”پوری ہو جائے۔“

”پہلی بات تو یہ کہ دعائیگتے ہوئے یہ ایمان پختہ رکھو کہ جو کچھ تم دل سے۔ مانگ رہی ہو اور جو الفاظ لب سے ادا کر رہی ہو، اللہ سے بخوبی سن رہا ہے اور بے شک وہ سب کچھ جاننے والا سب چیزوں پر قادر ہے اور دوسری بات یہ کہ اگر تمہیں لگے کہ جو تم نے مانگا، وہ تمہیں نہیں ملا تو بس یہ جان لو کہ اللہ نے اسے تمہارے لیے بہتر نہیں جانا، اس لیے دعا کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ درود شریف پڑھنے کے بعد اپنی دلی خواہش بیان کی جائے، اس کے بعد عاجزی کے ساتھ عرض کیا جائے کہ اے اللہ! جو تو میرے لیے بہتر سمجھتا ہے، وہی فرم۔“

اور اس نے شدت سے سماںہ اور شانی بھائی کے لیے ”بہتر“ کی دعا کی تھی۔ اس دن وہ دوبارہ سونے کے بجائے وہیں لاونچ میں آگر بیٹھ گئی۔ پیاسا عموماً ”ریحان بھائی“ کے ساتھ ہی آفس جایا کرتے تھے۔ بھی بھی یوں ہوتا کہ شایان لیچ ٹائم پر گھر آتے تو انہیں کے ساتھ نکل جاتے۔ وہ پیاسا کو ریحان بھائی کی طرف ڈرال کرتے ہوئے اپنے آفس جاتے۔ آج ریحان بھائی کے جانے کے بعد جب پیاسا نے وہیں آگر اخبار پڑھنا شروع کیا تو وہ یہی سمجھی کہ پیاسا کا کچھ دریں بعد جانے کا ارادہ ہو گا۔ لیکن اچانک ہی اسے یاد آیا کہ اب تو ریحان ہیں

کی ششیں دیکھنے لگی۔ یہ سب کب ہوا اسے پتا ہی نہ چل سکا۔

”میں کل تک آپ کو بتاؤں گا۔“ وہ بھجن زدہ سماںہ لیے وہاں سے اٹھ گئے مگر رمان نے تو اٹھ سکی، نہ ہی اپنی بھجن دور کر سکی۔

”کیوں رمان! تمہارا کیا خیال ہے، میں نے بالکل ٹھک سوچا ہے نال بادیہ کے بارے میں۔ حالانکہ وہ اس گھر کے لیے بھی بھی اجنبی نہیں رہی مگر ان چار ماہ میں جو اس نے یہاں گزارے، مجھے احساس ہوا کہ وہ اس گھر میں بست خوبی سے رنج بس سکتی ہے۔ اس کا مزاج، اس کی عادتیں۔ سب چھوٹے بھت بھایا ہے۔ دیکھتی ہوں شایان کب تک نہیں کھڑا تھا۔ اگر تو اسے کوئی اور پسندت تو وہ دوسرا مقابلہ ہے لیکن فضول کی بہانہ بازیاں اب تھیں چھڑ دال۔“

”ہو سکتا ہے وہ کسی اور ویژہ رشتے ہوں، سہ بھی ہو سکتا ہے کہ سرتے ہے ایسی جو بات ہی نہ ہو لیکن ایک بات تو ٹھیک ہے بھا بھی! اگر وہ بادیہ کو بالکل بھی پسند نہیں کرتے۔ میرا مطلب ہے، تم از کم شادی کے معاملے میں۔ آپ نے دیکھا نہیں کیے وہ ہر وقت اسے نوکتہ اور رذائیتہ رشتے ہیں۔ اس میں عادتیں آپ کو ہی بھائی ہوں گی، شانی بھائی کو تو ایک آئندہ نہیں بھاتیں۔“

”اس کے ذاتی پیشے کی پیغمبریوں تھے۔“ انہوں نے لارپوالی سے باہم بھٹکا۔ ”وہ تو اس کی عادت ہے، کون ہے جو اس سے نیغلیا ب نہیں ہو سکتا۔ سماںہ ہے، تم ہو، نویں ہے سب ہی کو برابر کا حصہ ملتا ہے اور تم دیکھ لینا جن عادتوں پر وہ پڑتا ہے، شادی کے بعد انہی پر شار ہوتا پھرے گا۔“ وہ اتنی پر یقین تھیں شایان کے معاملے میں کہ رمان نے مزید بحث کرنا مناسب نہ سمجھا۔ دل میں ایک موہوم سی امید تھی کہ ہو سکتا ہے شانی بھائی خود ہی انکار کر دیں اور وہ مقابلہ کے طور پر سماںہ کا نام لے لے۔

”اوہ اگر شانی بھائی نے اس کے لیے بھی انکار کر دیا سی تو؟“ ایک اور خدشہ۔

اور شانی بھائی لمحہ نامم پر گھر نہیں آتے۔

”یا! آپ آفس نہیں کئے، طبیعت تو نہیں ہے جو۔“

”ہاں بیٹا! شکر ہے اللہ کا۔ دراصل کامران نے آنا تھا۔“ کامران علی ان کے پرانے دوست تھے۔ پندرہ سال سے لندن میں مستیل تھے۔ اس بار تین چار سال کے وقتوں نے آئے تھے۔

”وہ پرسوں رات کو ہی تو آئے تھے اور ویسے بھی وہ تو آپ کے آفس ہی پہنچے جایا کرتے ہیں آپ سے ملنے۔“

”ہاں لیکن آج بات پچھوڑے اور ہے وہ مظہر سے ملنا چاہتا ہے اور وہ بھی میری دساطت ہے۔ میں نے مظہر سے کہہ دیا تھا کہ آن ہر پر جی رہے۔ دراصل اس کا ارادہ اپنے بیٹے کے لیے سماں کی بات کرنے کا ہے۔“

”کیا؟“ بھا بھی اور رمان دونوں نے جوت سے کہا۔ رمان کے لمحے میں حیرت کے ساتھ ساتھ سرانسہنسی بھی تھی جبکہ بھا بھی کے انداز میں افسوس زیادہ نہ ملایا تھا۔

”وہی والا بیٹا ناں جو لندن میں ڈاکر ہے۔ وہی۔ ہلکی سبز آنکھوں والا جو پچھلی بار انگلی کے ساتھ ہی آیا تھا۔ تب تو پڑھ رہا تھا۔“ بھا بھی کے اندازے کی لیے لیا نے تائید کی۔

”یا! آپ بھی بس سے یہ آپ کی اپروالی ہے کہ دوست وہ آپ کے ہیں مگر نظریں اتنی دور ہسپر رہی ہیں۔ رمان از راد لکھنا میں نے دوڑھ کے پیچے چولہا بند گیا یا نہیں۔“ اچانک انہوں نے رمان کو وہاں سے اٹھایا۔ وہ پیر پختی پکن کی طرف بڑھی۔ پیچھے سے بھا بھی کی آواز آئی۔

”اوہ پلیز ذرا آٹا گوندھ لینا۔“ وہ بھی اپنے نام کی ایک تھی۔

چولہا تو بند تھا، آٹا و اٹا بعد میں گوندھنے کا سوچ کر دروازے سے لگ کے کھڑی ہو گئی۔ ابھی تو ایک مسئلہ نہ نہیں پائی تھی کہ یہ سماں کے امیدوار بھی ٹپک

پڑے۔

”آپ نے اشاروں میں رمان کے لیے بات کرنی تھی۔ آخر وہ آپ کے اتنے پرانے دوست ہیں، آپ کا حق پسلے بنتا ہے۔“

”جس کا جو نصیب ہو بیٹا! وہ اسے ملتا ہے۔ یہ سارا قسمت کا ہیلیں ہے۔ ساعد بہت اچھا لڑکا ہے، مجھے تو ولی خوشی ہو گی۔ اگر سماں سے اس کا رشتہ طے ہو جائے تو۔ آخر وہ بھی میری بیٹی جیسی ہے۔ میں نے اس میں اور رمان میں بھی کوئی فرق نہیں۔ مجھا۔ رہی بات رمان کی تو جو اس کے نصیب میں ہو گا، وہ اسے مل کے رہے گا۔ ویسے بھی کامران نے سارا معاملہ مجھ پر چھوڑا ہے۔ یہ اس کا مجھ پر بھر اور اعتماد ہے اور محبت کا اطمینان بھی۔ دوسری طرف ملکھر ہے جس کو کل رات میں یہ فون پر اپنے اور کامران کے آنے کی اطلاع دی تھی اس سملئے میں۔ اور اس نے بھی مجھ پر اعتماد کرتے ہوئے یہی کہا کہ ہم بیٹی کا رشتہ کسی دوسرے ملک میں کرنے کے لیے بالکل تیار نہیں۔ لیکن اپنے دوست کو ضرور اسے کہا۔ اگر اللہ کے کرم سے بات آگے بڑھی اور ہمیں گھرانہ بھاگیا تو ہم صرف آپ کی گارنٹی ریہ رشتہ طی کرنے کے بارے میں سوچیں گے، ورنہ الگوئی بیٹی کو اتی دور بھینجنے کی بہت نہیں ہے۔ اب تم بتاؤ، جہاں دوستوں کے اعتماد کا یہ عالم ہو، وہاں کیا میں ایسی اوچھی یا تیس کرتا اچھا لگوں گا۔ مجھے تو یہ ڈر ہے کہ اگر معظم نے واقعی دور بھینجنے کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے یہ پروپریزل قبول نہ کیا تو کمیں کامران کے دل میں یہ خیال نہ آئے کہ میں نے دیانت داری سے یہ رشتہ طے کرانے کی کوشش ہی نہیں کی۔ اور اس کی وجہ میری اپنی بیٹی ہے۔ اس لیے میری تو دعا ہے اور پوری پوری کوشش بھی کہ آج ہی معاملہ طے ہو جائے۔“

ان کے بات کرتے کرتے ہی باہر سے کامران انگلی کی کار کے ہارن بختے شروع ہو گئے۔ رمان بالکل ہی ہاتھ پیر چھوڑ کے بیٹھ گئی۔ اس پر مستزادیہ کہ بھا بھی نے اسے سماں کی طرف جانے سے بھی روک دیا۔

”ابھی مت جاؤ رمان! پیاسا بطور خاص منع کر کے گئے

ہیں۔ شام کو چلی چاٹا۔ اور وہ شکر کر "کروں" پوچھتے
پوچھتے رہ گئی۔ (بوجی وہی پایا کی دضداری) کہ کیس وہ
لوگ یہ نہ سمجھ لیں کہ ساند کے بجائے ختنے نظر میں لا یا
جارہا ہے) یہ خیال آتے ہی وہ بچڑک گئی۔

"بائے کاش ایسا ہی ہو جائے، لیکن وہ جس بلکی بزر
آنکھوں والے ڈاکٹر کا بھائی ذکر کر رہی ہیں، وہا تو ہیں رہ
گیا لندن میں اپنی بلکی بزر آنکھوں سمیت۔ یہاں تو
کامران انکل آئے ہیں جنہوں نے دو تین بار سماں کی
پہنچنے تک پریڈ کیا دیکھ لی اور اس کی تازہ تازہ خود ساخت
شجید کی کیا ملاحظہ کر لی ریشنہ "اطمی" ہو گئے اور بہتانے
چل گئے۔ اب انہیں کیا پتا کہ اپنی اور نیک کا کیوں
والا پتو لا سماں لی لی نے کی اور کو متاثر کرنے کے لیے
پہنچتا۔ اسے ختنے تو پہنچنے میں دکھائے شعبدے نظر
آئے نہ ہی مدرانہ سی مسکراہٹ اور دانشراہ "انکھوں
اگر کیس وہ آیا ہوتا، وہ بلکی بزر آنکھوں والے ڈاکٹر" اس
کی توجہ وباں سے ہٹا کر بہاں کرنا مشکل نہ تھا۔

شام کو پیلا، معظم انکل کی طرف سے خاص خو صدر
افزا جواب لے کر لوٹے ان لوگوں نے مزید سوچنے کا
وقت مانگا تھا اور ساتھ یہی ساتھ یہی کوپہ جت، بھی دیا تھا۔ اس
اگر وہ اس رشتے پر مطمئن جس تائیں بھی خانہ
اعتراض نہیں۔ پیا اس درجے کے اغصہ پر چھوٹے نہیں
سوار ہے تھے۔ مزدہ سرشاریان شاہ نے پورن کر دی۔

"بھا بھی! پیا سے کہہ دیجئے میں تیار ہوں وہ جب
چاہیں انکل سے بات کر سکتے ہیں۔"

رمان کے حلق میں پکوڑا چیخنے کے رہا۔ اس نے
رحم طلب نظروں سے سب کے چہروں پر نظر رکھا۔
"یا اللہ" یہ سارے کے سارے امدادات کی مار
کیوں مار رہے ہیں۔ "مگر ہر جھرے پر کھلی، ہوئی مسرت
اوپر دکتی ہوئی تراوت اسے پکھ کرنے سے باز رکھ رہی
تھی۔ اظماری سے خشنے کے بعد اس نے فوراً "سماں
کے گھر کا رخ کیا۔ ایتنے دنوں میں آج پہلی بار وہ
اظماری پر موجود نہیں یہ تھی۔

جتنا وہ سورج رہی تھی، سماں کی حالت اس بے بڑھ
کے ابتر تھی۔

"رمان! یہ سب یہ سب کیا ہو رہا ہے؟ ایسا
تو میں نے سوچا بھی نہیں تھا۔ پیا آئے تھے، ڈیڈی کے
پاس میرے رشتے کی بات کرنے لیکن شایان کے
لیے نہیں بلکہ۔" وہ بھوٹ بھوٹ کے رو دی۔

"اب کیا ہو گا؟ پیا تو ڈیڈی سے بڑھ جڑھ کے ان
لوگوں کی تعریفیں کرتے رہے۔ رمان! ایسا نہیں ہو سکتا
کہ شایان خود کہہ دیں پیا سے کہ وہ وہ مجھ سے
کیا ایسا نہیں ہو سکتا؟"

"اب تو ایسا بالکل بھی نہیں ہو سکتا سماں! وہ
آخر جلدی اسے یہ خبر سنانا نہیں چاہتی تھی مگر نہ چاہتے
ہوئے بھی کہنا پڑا۔"

"تمہاری تو صرف بات چل رہی ہے، جب کہ شانی
بھائی کی بات طے ہو چکی ہے۔"

"رمان! وہ بے یقین سے اس کا چھرو تکنے
گلے۔ صرف ایک دن کی غیر حاضری میں اتنا کچھ رونما
بیو سکتا ہے یہ اس کے گھان سے باہر تھا۔ رمان جانتی
تھی کہ اس کے نکلنے سے کچھ ہی دیر پسلے پیا اور بھا بھی
شانی بھائی کی ہاں کی خوشی میں سرشار گویت فون کر کے
بات کرنے کا پروگرام بنارہے تھے۔ اور اب تک تو یہ
فون ہو بھی چکا ہو گا۔"

"سماں کیا ہوا، کچھ تو لو لو۔" وہ اسے جھنجوڑنے لگی
تو فقط اس کا نام ادا کرنے کے بعد اب گم صم پیشی
تھی۔

"میرا یقین کرو، یہ سب بالکل اچانک ہوا اور میری
لا اعلیٰ میں، درستہ میں ضرور کچھ کر لی اور مصیبت تو یہ
ہے کہ یہ دنوں آفتیں اکٹھی ہی نازل ہوئیں۔ ایک
ایک کر کے تو نہیا جا سکتا تھا لیکن بتاؤ ایسی صورت حال
میں میں کیا کرتی۔ اگر صرف تمہارا رشتہ آیا ہوتا
کامران انکل کی طرف سے تو میں صاف کہہ دیتی پیا
سے کہ سماں کو تو میں نے اپنی بھا بھی بنانے کا سورج رکھا
ہے، لیکن اب جب وہ اپنی بھوٹ م منتخب کر چکے ہیں تو
میں کیا کروں۔ اور تو اور ان کی منتخب کردہ بھور تیکلٹ
کر کے میں تمہارا نام بھی نہیں نے سکتی کیونکہ تمہارا
رشتہ کرنے میں سب سے سرگرم خود پیا ہیں۔ یہ

پھندے سے جھولتا ہوا۔ آنکھیں بھی باہر کو ابیل ریتی ہیں۔ کسی اوپھی جگہ سے کوونے میں ڈر ہے موت کی جگہ عمر بھر کی معذوری نہ روگ بن جائے۔ ”
”اے تو تم سیریس ہو۔؟“

”تو اور کیا؟ تمہارے اتنے خونخوار بھائی سے شادی کر کے پل پل مرنے سے بہتر ہے ایک، ہی بار اپنے ہاتھوں اپنی زندگی ختم کرلو۔ پتہ نہیں کیا سوچ کروہ یا نی بھرنی ہے۔ میرے نام پر حلال نکھ میں اس تدری تو بری لگتی ہوں انہیں شاید یہ سوچا ہو گا کہ ایسے تو نہیں طرح خر نہیں لے پاتا، جملہ حقوق اپنے نام کروانے کے بعد بھل کے ڈائٹ ڈپٹ سکوں گا۔ ہو سکتا ہے وہ مار کٹائی پر بھی اتر آئیں۔ اور میرے ماما بیبا کو تو دیکھو، بڑے براہما نہ ڈوبتے ہیں۔ ایک بار مجھ سے اپنے کی بھی زحمت نہیں کی۔ اور یاں کہہ دی۔ شاید انہیں بھی اُر ہو کر اٹھنے از کارتہ سننے کو ملے۔“

”خود تیشی کا آیک طریقہ اور بھی ہے۔“ رمان کو اچانک ایک اچھو تا خیال آیا۔ ”تم شادی کے لیے نومی کام میرے ملایا بھی خوش، تمہارے لاما، ملایا بھی راضی، تمہاری بھی گلو خلاصی۔“

"اپنے لیے اور صرف اپنے لیے تو شاید میں اتنا بڑا
تدم نہ اٹھاتی مگر سانہ کی خاطر میں یہ بھی کر سکتی
ہوں۔ اس کی دوستی کی خاطر میں نیمان شاہ کا کڑوا
تو نہ بخوبی پہ بھی تار ہوں، لیکن یا رذرا سوچو، خود
مات کرتے ہوئے میں پچھے بے شرم کی نہیں لگوں

وَكُلُّهُ نہیں، بہت زیادہ لگوگی۔“

”اگر نوی خود انگل سے کہتا تو کم بے شرم لگتا۔“

”اور نوی خود کیسے کہے گا، جب تک تم اے یہ
نہیں بتاؤ گی کہ تم اس کے عشق میں گوڈے گوڈے
کے کے دھنس لچکی ہو۔ اور ظاہر ہے کہ یہ تم سے بتایا
نہیں جانا۔ ٹھیک ہے تم بھی سہانہ کی طرح کہنے اور
کہلوانے کے طریقے ہی ڈھونڈتی رہنا۔ ایسے ہی وقت
گز جائے گا۔“

وہ نہیں میں اپنا نہیں ہونے دوں لی۔ اگرچہ

معاملہ اب ان کی عزّت اور زبان کا ہے تم میری
پوزیشن تجھنے کی کوشش کرو۔ ”
وہ لئے وضاحتیں دیتی رہی مگر وہ ایک لفظ لکھنے
بول سکی۔

”اور سب سے بڑی بات خود شانی بھائی اپنے منہ
سے کھنے والے بندھوتے ہوئے دیکھی مسئلہ ہی نہ تھا۔ تم
بھی تو پارچے میں بچک مارتی رہیں۔“
خود اسی بول بول کر ٹکٹک کے بعد وہ مایوس ہو کر
دالپس لوٹ گئی آج کے لیے سان کو اتنے ہی کافی تھے۔
بادیہ کنانہ اس سے مدد یافتہ رہنیں لیا تھا، انکر بادیہ کے
علم میں آتے کے بعد ایکسی زیارت ادا کرنے کا فکر تھا۔
”چھ بھی کروان نہیں۔“ سکھ سے کہا
چاہیے۔ کھاں میں کھاں شاید بھائی بھائی میرا تو
سوچتی ہوئی کہ اس نہیں بات ہے جس کی بحث کی
اس کے روشنی میں ملے ہے۔

خاں بیٹھے ہے اس کے ساتھ ملکہ اور اپنے بیوی کے
باختیار فروختیں ہوں۔ میرے بیوی کے ساتھ ملکہ اور
میرے بیوی کے ساتھ ملکہ اور اپنے بیوی کے ساتھ ملکہ اور
بیوی کے ساتھ ملکہ اور اپنے بیوی کے ساتھ ملکہ اور
ایک دسمبر میں ملکہ اور اپنے بیوی کے ساتھ ملکہ اور
اویں بیوی۔ میرے بیوی کے ساتھ ملکہ اور اپنے بیوی کے ساتھ
لادر کی بات جاویہ لیا اپنے بیوی کے ساتھ ملکہ اور اپنے
زنا تھوڑے جوارے

”مجھے تو مسلسل نہ لگاتے ڈالیں ہی طریقہ آتا ہے اور
وہ یہ کہ میں خود کشی کروں۔ ٹالیجے ہے آنسو اور تیزی
سے بھائے۔ شاید اپنی جواں مریں۔ نہیں۔

”ہاں طریقہ مناسب ہے میں اب خود کشی کرنے کا سب سے محفوظ اور زد و اثر طریقہ کون سا ہے یہ مجھ سے مت پوچھنا یہ بھی خود طے کرو۔“

”زہرست مگر لاوں کھاں سے بیہانی سے لٹکنے میں بڑی بے غرمتی ہے کتنا عجیب سالگرتا ہے انسانی

زیمان شاہ سے عشق کا اظہار کرنا انتہائی شرمندگی والا کام ہے لیکن یہ شرمندگی بھی مجھے گوارا ہے۔ صرف اور صرف شایان شاہ سے پختنے کے لیے۔

”ہادیہ! میرا بھائی اتنا برا ہے؟“ رمان کو نہیں سی پتھری۔

”رمان! انتریفیس سننا ہے تو سانہ سے سن لو، حساب پر اپر اپے کچی بات بتاؤں ایک وجہ تو یہ بھی ہے میں نے بھی انہیں اس طرح سوچا ہی نہیں۔ میں بست زیادہ آئندہ بست لڑکی تو نہیں مگر ہر عام لڑکی کی طرح میری بھی کچھ خواہشات ہیں۔ جن میں سفرست ایک بہت ہی نرم خود، مُھُٹا دُرا مزاج کینٹنگ اور لوگ نجپر کا شخص شامل ہے اور تمہارے بھائی صاحب، انہیں میں نے ہمیشہ غرأتے ہی دیکھا ہے کہ اکم میرے ساتھ تو ان کا رویہ ایسا ہی ہوتا تھا۔ اور دوسروں وجہ سیڑی اور سانہ کی دوستی بھی ہے۔ میں اسی سے دستی اور اخلاص کا وہ دعویٰ تو نہیں کر سکتی جو نہیں ہے مگر بہر حال دوستی کے اپنے تقاضے ہوتے ہیں۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ وہ شایان بھائی سے محبت کرتی ہے میں راضی خوشی کیے اس شاری پر تیار ہو جاؤں، اس کے نصیب میں ان کی محبت ہے یا نہیں؟ ہون جانے۔ مگر میں اپنی دوست کی نظر میں نامعتبر نہیں تھسروں چاہتی۔ میں زیمان شاہ سے ضروریات کروں گی۔“

”ہاۓ، کس منحوس گھری میں میرے منہ سے نکلا تھا۔“ رمان نے تاسف سے سرد آہ بھری۔

”کیا؟“

”یہی کہ سے کاش ہادیہ! تم ہمیشہ ہمیشہ کے لیے یہاں رک جاؤ پتا ہو ماکہ یہاں رکنے کے لیے تمہارا میرے کسی نہ کسی بھائی کے متھے لگنا ضروری ہے تو ایسی بات کیوں نکلتی منہ سے۔“

* * *

”یہ خیال کیسے آیا تمہارے سر میں؟ دماغ ہوتا تو میرا دھیان اس طرف جاتا کہ یہ خیال دماغ میں کسے آیا۔ لیکن سروست تو یہ سوال اسی طرح کیا جاستا

ہے۔“ زیمان شاہ عرف نوی ہادیہ کی اس فیکرانڈ پر ہکابکا رہ گیا۔

”سرمیں آیا ہو چاہے پیر میں... آلو گیا۔ بس مجھے نہیں پتا تم کل ہی گھر میں اعلان کرو کہ تمہیں مجھے شادی کرنی ہے۔ مجھے پکا لقین ہے تمہارے بھائی تھماڑے حق میں دستبردار ہو جائیں گے۔ اور کچھ نہیں تو کم از کم انکل انصاف کے تقاضے پورے کرتے ہوئے میرا نام ہی امیدواروں کی لست سے صاف کر دیں گے کہ یہ لڑکی جس نے آنے سے پہلے ہی بھائیوں میں تفرقہ ڈال دیا۔ اسے دفعہ دور کرو۔“

”یعنی کہ مسئلہ یہ نہیں کہ تمہیں زیمان شاہ چاہیے بلکہ مسئلہ یہ ہے کہ تمہیں ”شايان شاہ“ مظلوم نہیں۔“ وہ ذرا سالمایوس ہوا۔

”ہاں اور اسی لیے میں اتنا بڑا رسک لے رہی ہوں۔“

”لیکن میں کس بل بوتھے پس اتنا رسک بڑا رسک لوں۔“ اس نے ”اتنا“ کو لمبا کھینچتے ہوئے کہا۔

”ایک تو میری بالی عمر یا مدد و سرا انھی میری امبوگشن جاری ہے۔ تم سے دو سال پہنچے ہوں۔ بالفرغ یہ انسوںی ہونی میں بدل بھی گئی تو کم از کم پانچ سال تو تمہیں انتظار کرنا ہو گا۔“

”وہ سال تک بھی کر سکتی ہوں۔“

”اور اگر اس عرصے میں مجھے کسی اور سے محبت ہو گئی تو؟“

”اس سے بڑھ کے خوشی کی بات اور کیا ہو گی۔“ وہ بغلیں بجا نے لگی۔

”اور فرض کرو، بعد میں پایا وغیرہ نہ مانے اور کان سے پکڑ کر تمہارے ساتھ نکاح کرو ایسا تو۔؟“ وہ ہر امکان کو ظاہر کر رہا تھا۔

”پھر کیا کیا جا سکتا ہے، تمہاری قسمت۔“ اس نے شانے اچھائے۔

”واہ ہادیہ بی بی! واہ اپنی مرتبہ ہر حرجه آزمالیا اور ہماری مرتبہ قسمت بی۔ ہمیں بھی تو ہاتھ پریمار کے جان بچانے کا کوئی موقع دو۔ مثلاً“ ایک تحریری ثبوت ایک

ہوئے سر کو دیکھا۔ مل تنگ سا پڑ گیا۔ سنبھلنے کو تیار ہی نہ تھا۔ وہ ہاتھوں کی لرزش پر قابو پانے کے لیے مشھیاں بھینچنے لگی۔

”سوری سماں! میں کچھ نہیں کر سکی۔ ایسی نوبت ہی نہ آسکی کہ کوئی مجھ سے بوجھتا اور میں انکار کر سکتی، حالانکہ جس طرح کا ہمارے گھر کا ماحول ہے وہاں اگر یوچھا بھی جاتا ہے تو محض رہا“، لڑکی کے انکار یا اعتراض کو قطعاً ”کوئی اہمیت نہیں دی جاتی، پھر بھی مجھے اسدے تو ہوتی کہ شاید میرا انکار شایان تک پہنچ جائے۔ لیکن انکل کی صرف ایک فون کال پر ہی مامایا نے ایسے ہال کی جیسے سلسلے سے طے کیے بیٹھے تھے۔ میں تو خود شرمند ہوں کہ تمہارے بارے میں سب حالتے ہوئے بھی میں اس سب کا حصہ بنی، تمہیں کتنی تکلیف ہوئی ہوگی۔ یہ جان کر کہ تمہاری اپنی دوستتے۔“

”بس ہادیہ! یلیز آگے کچھ مت کہنا۔“ ہادیہ کے آنسو ہمیشہ کی طرح اسے گھبراہٹ میں بتلا کر گئے۔ ”تمہاری کوشش مندگی مجھے اور دلکشی کر رہی ہے۔ اس میں تمہارا کوئی قصور نہیں نہ ہی تم اس کا حصہ ہو۔ یہ میری قسمت میں لکھا تھا اور آگے بھی جو لکھا ہے وہ تو ہو کے رہے گا۔ نہ تمہاری کوشش مندگی اسے مٹا سکتی ہے نہ رہاں کا خلوص۔“ اس نے کسی نہ کسی طرح مل کو سنبھالا ہی لیا۔

”تو تم مجھ سے خفا نہیں ہو؟“
”کیوں ہوتی؟“

”اگر میں شایان کی بیوی میرا مطلب ہے کہ ہماری دوستی۔؟“ اس کی کچھ میں نہیں آرہا تھا کہ کس طرح مناسب الفاظ میں اپنا مدعایہ کے کہ اسے نہیں نہ پہنچے۔

”ہماری دوستی اسی طرح رہے گی جیسی ہے، انشاء اللہ تعالیٰ۔“

اس نے آگے بڑھ کے ہادیہ کو لے لگا لیا۔ آنکھے دو حسرت زدہ آنسو نکل کر ہادیہ کے بالوں میں گم ہو گئے۔

تحریری اجازت نامہ جس کی رو سے میں جب جا ہوں، دوسری شادی کر سکتا ہوں، اور اس اجازت نامے پر تمہیں ابھی اسی وقت سائز کرنے ہوں گے۔“
”لیکن یہ تو بست عجیب۔“ وہ پھیلچاٹی۔

”تم کیا کم عجیب باشیں کر رہی ہو۔ ایک میں نے کرنا تو کیا فرق پڑتا ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ تمہیں اس اجازت نامے پر یہ بھی لکھنا ہو گا کہ تم میری اور میری من چاہی دلہن کی ساری عمر“ بے اوٹ ”سیوا کروں۔ زور کس پر ہوا“ بے لوٹ ”پر“ اپنے جیزرا اور بری کے سارے زیور حفتاً اپنی چھبوٹی بسن یعنی میری دوسری بیکم یعنی کہ اپنی سوکن جان کو دے دو گی، زور کس پر ہوا“ تخفٹاً۔ اور تو اور تمہیں جو سلامی میں اور منہ و کھالی پر رقم ملے ہو گی وہ بھی میرے حوالے کرنا ہو گی تاکہ میں اپنی دلہنیا رانی کو ایک شاندار سا ہنی مون انجوائے کر اسکوں بان تو زور کس پر ہوا۔“

”تمہاری خبات و ذلات پر تو تمہاری مرکاری و عیاری ہے۔“ وہ تملکائی۔

”اپھی طرح لکھتی ہوں میں یہ اجازت نامے بے لوٹ سیوا میں ہاں ضرور کروں گی جو یتوں سے۔ اور وہ چھبوٹی بسن سے سوکن جان“ اسے تو ایسے ایسے خنفے دوں گی کہ یاد رکھے گی اور اسے اپنی بھنی مون اللہ کرے جہاں ہنی مون منانے جاؤ۔ وہاں کر فیو لگ جائے، آشوب پشم کی وبا پھوٹ پڑے، دونوں کالے چشے چڑھا کے چار چار فٹ کے فاضلے پر بیٹھے رہو۔“

وہ بڑا ہاتھی ہوئی وہاں سے نکلی اور رہاں کو بتائے بغیر سید حمی سماں کے پاس چلی گئی۔ نومی نے تو ساتھ درینے سے انکار کر دیا تھا اب خود کو قربانی کے لیے پیش کر دینے کے سوا اور کوئی چارہ نہیں تھا۔ لیکن وہ ایک یار سماں سے بات کر کے مل کا بوجھ ضرور کم کرنا چاہتی تھی۔

”اوہ تو شایان کی شادی تم سے۔“ وہ پیل بھر میں دو دن سے رہاں کے مسلسل گریز کا سبب جان گئی۔ شاید وہ اسی جان لیوا اکشاف سے بچانے کے لیے اس سے گریزاں ہی۔ اس نے ایک نظر ہادیہ کے جھکے

بھرہ مہمانوں سے بھرا رہا ہے اور تم بے پر کی ہائک رہی ہو۔ کہیں کسی کے کان میں بھنک بھی پڑھی تو یعنی کے دینے ہی پڑ جائیں گے کیا کرایا تم نے خاک نہیں اور بد نامی مفت کی۔ خبردار جواب تم پچھے بولیں تو یہ وہ حب تکر کئی۔ مگر وقت طور پر اگلے دن نکاح کے موقع پر وہ برابر بیٹھی رمان کے کان میں کہہ رہی تھی۔

”نہ بتاؤ“ پھر بھی مجھے پتا ہے تم سب کتنا برا گیم کھیل رہے ہو۔ نکاح نامہ ہاتھ میں آتے ہی سارا بھید کھل جائے گا۔“

رمان نے اس کے پہلو میں زور کی چٹکی بھری۔ ”اب اگر تم بولیں تو ٹکور و فام سنھا کربے ہوش کروں گی۔ ذرا دیدے گھما کے دیکھئے مامیاں چاچیاں، میری نہیں۔ ساعد کامران کی ہیں۔ اب یہ مت کہہ دینا کہ ڈرامے کو حقیقی رنگ دینے کے لیے کرائے پر عورتیں منگوائی ہیں۔“ وہ تھوڑی سی ماپوس ہوئی، بس ذرا سی پچھہ دیر بعد اس کی لرزتی آواز آتی۔

”یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ ساعد کامران کی ماں ابھی جیزیر میں کسی مرشدیز کی فرماش کروے۔ ہاں اللہ کرے مرشدیز کی ہی کربے۔ سوزوکی ایف ایکس یا مهران خیر تک تو ڈیڈی بھی آرام سے مان جائیں گے پا پھر کسی کنال دو کنال کی کوٹھی کی فرماش کرڈیں گے اور... اور...“

”اور ٹٹ جائے تڑک کر کے سے نال؟ اس گمان سے نکل آؤ اور یہ بکواس بند کرو۔ ابھی پچھہ دیر میں تھیں اسیچ تک لے جایا جائے گا۔ وہاں اگر ایک لفظ بھی پھوٹا تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔ اینڈ فاریور کا سند انفاریشن، تمہارے سرال والوں نے جیز کے نام پر تکتا تک نہیں لیا۔ کیونکہ تھیں تو جانا ہے انگلینڈ۔ تمہارا اور اپنا ٹٹک تک وہ خود بنوار ہے ہیں۔ ڈیڈی کو بنوانے نہیں دیا۔ ایسے میں تمہارے جیز کا سامان بھی ساتھ لے جائیں تو تم اکیلی ان یہ چار بہوؤں کے برابر بیٹھو گی۔ اور وہ تمہارے لیے تھیں نے جو امپورڈ

نج سانہ کی مندی تھی۔ رمان صح سے اس کی پیش گوئیاں سن کر تھک چکی تھی۔ اس کی خوش گماںیاں اور خوش فہمیاں اب بھی عروج پر ہیں۔ بھی بھی تو اسے سانہ کے مستقل مزانج لملے پر رشک آنے لگتا جو اتنی تا اسیدی کے باوجود کہیں نہ کہیں سے ڈھونڈھانڈ کے چیخ گھماج کے کوئی امکان نکال لاتا۔

”یار رمان! بھے لکتا ہے پیا اور ڈیڈی لوگ کوئی کچھ ڈیڈی کار ہے ہیں؟“ مایوں والے روز اچانک اپنے سے رئے چہرے کے ساتھ اس نے سرگوشی کی جسے سن کر بادی نے فوراً تردید کی۔

”وہاں خراب ہے کیا تمہارا؟ لوگ چالیسوں اور قل پر بھی قورے، بربائی اور پلاو پکواتے ہیں، بعض لوگ تو مزے کے کھانے کے بعد سویٹڈش بھی دیتے ہیں۔ اب انکل وغیرہ اتنے بھی تنگ دل نہیں کہ تمہارے خیال میں یہ جو ماہر دیسیں کھڑک رہی ہیں، ان میں موگنگ کی دال کی چھڑی گھست رہی ہے؟“ ڈیڈیم پاٹے، کڑا ہی گوشت وغیرہ بن رہا ہے؟۔ تمہارے لیے نہ سہی؟ اوروں کے لیے تو خوشی کا موقع ہے؟“ سانہ حب چاپ اس کی لئن ترالی سنتی رہی پھر رمان کا ہاتھ پکڑ کر کہا۔

”تم لے لو، پورے دین ایمان سے کہتی ہوں مجھے اپنے دل کی مراد پوری نہ ہونے کا اتنا غم نہیں جتنا افسوس تمہارے بھائی کی قسمت پر ہوتا ہے۔ میرا اس چھڑی کی نہیں، وہ والی چھڑی کی بات کر رہی ہی جو چھپ چھپا کے سازشوں کے ساتھ تیار کی جاتی ہے اور میرا خیال ہے میاں نے ڈیڈی کے ساتھ مل کر ایسا ہی پچھہ کیا ہے بلکہ تم سب بھی برابر کے شریک ہو، پچھچ بتاؤ، میری شادی شایان شاہ کے ساتھ ہی ہو رہی ہے نال۔“ تم سب مجھے سربراہز دینے کے لیے یہی۔

”خدا کا واسطہ ہے سانہ! حب ہو جاؤ۔“ رمان کو بیک وقت اس کی خوش فہمی پر غصہ بھی آیا اور ترس

ایک منٹ بعد اپنے پلو میں آتشی نار بھی اور اسکر کفر کے امتحان سے تیار شرارے میں انگارہ بن کے دھتی سماں یہ ایک مسرورو مطمئن نگاہوں انسانہ بھولتا تھا۔

”اللہ کرے یہ شخص تمہیں اس قدر چاہے، اتنا چاہے کہ تم میرے بھائی کو بھول جاؤ۔ اور اللہ کرے تم اپنی حماقتوں پہ قابو پالو ماکہ اس شخص کی محبوتوں میں کوئی کمی نہ ہونے پائے۔“ اس نے چپکے سے دعا کی اور پڑھی۔

اسے پتا ہی نہ تھا کہ شایان شاہ اس کے بالکل بیچھے کھڑے تھے۔ اس نے ان کو متوجہ کرنا چاہا مگر ان کے سرد چہرے پہ فروزان دو شعلے دو دو آنکھیں، اس نے ان کے تعاقب میں نظریں دوڑائیں۔ یہ دو شعلے سماں تک آنچ دے رہے تھے مگریں مگر وہ اس لیے آنچ کی حدت کو محسوس کرنے کے دور سے گزر چکی گئی۔ رمان نے بے یقینی سے ایک بار پھر ان کے چہرے کو پڑھنا چاہا چہرہ گوانسیوں نے پتھریلا کر رکھا تھا مگر آنکھیں۔ اسیں لکھنے اور پکھل پکھل کر گھلنے سے وہ روک نہ پا رہے تھے۔



جب سے خولہ بھا بھی نے رمان کو فون کر کے بتایا تھا کہ سماں اس پار عید پاکستان میں منانے آرہی ہے تب سے، ہی وہ بھی میکے جانے کو بے چین تھی۔ حالانکہ شادی کے بعد رمان کی یہ پہلی عید تھی اور اصولاً یہ عید اسے سرال میں ہی منانا چاہیے تھی مگر راہوں مل کا جسے سماں کی آمد کی خبر سنتے ہی پرانی دوستیوں کی مہک ستانے لگی گئی۔ اس نے دبے دبے لفظوں میں شاذب سے اپنی خواہش کا اظہار کر دیا۔

”مجھے تو کوئی اعتراض نہیں۔ میرے لیے تو خوشی کے سب جو اے اب تم سے منسوب ہیں، جہاں تمہاری عید۔ وہاں ہماری عید۔ لیکن اور بھی بستی زنا کرتیں ہیں جن کا خیال رکھنا پڑتا ہے۔ یہ دو شروں کے درمیان موجود کئی گھنٹے کے سفر کا مسئلہ ہے ورنہ میکے میں عید منانے کی خواہش رکھنا ایسی عجیب بات

سمبل، کراکری وغیرہ جمع کر رکھی ہے اس کے بارے میں انہوں نے کہہ دیا ہے کوئی بات نہیں، میری دوسری بیٹی کے کام آجائے گا۔ یعنی کہ میں۔

”اچھا۔ ضروری تو نہیں کہ جیزیر کا مسئلہ ہی ہو۔ اور کسی بات پہ بھی پھدا ہو سکتا ہے۔ ممکن ہے وہ جو رخشندہ آئی ہیں جن کے نیچے ہر وقت مارنے مرنے پہ نہ ہوتے ہیں، ان کے کسی نیچے نے بارات کے ساتھ آئے کسی نیچے کا سر پھوڑ دالا ہو۔ نوی نے کسی مہمان لدکی کو چھیڑا ہو۔ بات آگے بڑھ جائے اور۔۔۔“

”بکواس بند کر دی۔ رخشندہ آئی آج نہیں آئیں، ان کے اپنے بچے کا کسی نے اسکول میں سر پھوڑ دالا۔ اور نوی۔ میرا بھائی۔ کتنا بھی فضول کیوں نہ ہو، ایسی حرکت ہرگز نہیں کر سکتا۔ اس لیے نہیں کہ وہ حد سے زیادہ شریف ہے بلکہ اس لیے کہ بارات کے ساتھ آئی لدکیاں ایک سے بڑھ کر ایک بوگس ہیں۔“

دونوں ایس نوک جھونک کے ذریعے خود کو بھی دھوکا دے رہی تھیں اور ایک دوسرے کو بھی۔ اسی طرح ان آری کی طرح کائنے لمحات کو گزار رہی تھیں۔ نکاح خواں آیا، اس نے کسی شایان شاہ کا نہیں، ساعد کا مران علی کا نام دہلیا۔ اور نہ کسی جیزیر کے مسئلے پہ نہ کسی اور مسئلے پہ کوئی چیقلش ہوئی۔ اس نے اقرار میں سر بھی ہلا دیا اور دستخط بھی کر دیے۔

ہر طرف مبارک سلامت کا شور پنج رہا تھا اور رمان کے کانوں میں سماں کی وہ سکیاں گونج رہی تھیں جو اس نے اندر رہی اندر گھونٹ لی تھیں۔ اس نے سماں کا سر، کر زتا تھا تو زور سے تھام لیا۔ اس کے بعد اس نے اس کی کوئی آواز نہ سنی۔ اس نے چھچھ اپنی بکواس بند کر لی۔

ہلکی سبز آنکھوں والا اکثر ساعد کا مران، جس کا اوپنچا لمبا قد اور سرخ و سفید رنگت اسے ممتاز کر رہے تھے، لیکن سب سے زیادہ انوکھی چیز جو اس کی دلکشی میں اضافہ کر رہی تھی، وہ اس کے چہرے پہ دھنک بن کر پھیلی مسیرت اور آنکھوں سے پھلک پھلک جاتی خوشی تھی۔ وہ ایک آسودہ سی مسکراہٹ لیے بیٹھا تھا اور ہر

ایسے میں بچپن کی سنگی ساتھیوں سے اتنی بھرپور وابستگی
بوجانا قدر تی بات ہے ”انہوں نے معاملہ فہمی سے
کام لیتے ہوئے فیصلہ کیا۔

رمان اس پے بھی راضی ہو گئی۔ فوراً "فون کر کے سہان کو اطلاع دی۔

”خبردار جو تم نے میرے آنے کے بعد کسی اور سے
ملنے والے کے پروگرام بنائے تو میں یہ چار دن صرف
ہمارے ہوں گے۔ صرف اور صرف ہمارے۔“

وہ پورے جوش و خروش سے وہاں جانے کی تیاری
کرنے لگی۔ ویسے بھی شادی کے بعد وہ باقاعدہ طور پر
پہنچ پا رہے تھے جاہدی تھی اور وہ بھی خوشی کے اس
بیان احساس کے ساتھ کہ وہ پورے دھمکی مال
بعد سماں سے مل پائے گی۔

سماں کی شادی کے بعد بادیہ نے بھی بھالی بن کر اس
گھر آتے میں دیر نہیں لگائی اور اس نے رزلٹ
بعد ماسٹرز گرنے کا ارادہ باندھ لیا۔ فائل
لکڑا مزدیسے کی پایا نے اس کی بات طے کر دی۔ خولہ
بھلے ہے آیا تھا یہ پروپوزل شاذب کراچی میں
ہذا تھا اور ملکی بیشتل کمپنی میں اچھی پوسٹ پہ تھا۔
ورنہ پلے کے باوجود نہیں آ سکتی تھی۔ ان ہی دنوں
کے اندھے دنیہ کی موقوفیت ہو گئی۔

”اللہ کس قدر خوبصورت ہو گئی ہو شادی کے بعد۔“ رمان سید گھنی اس کے گھر کے آگے آتی تھی۔ شاذ بابھی گاڑی سے اتر ہی رہا تھا کہ وہ بھاگ کراند رہی پھلی گئی۔ وہ سر جھٹک کے نہیں پڑا۔ اور اب سانہ اسے گلے سے لگائے والہانہ نظریوں سے دکھتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

”اور تم تم شادی کے بعد کتنی صاف گو، کتنی سمجھ دار ہو گئی ہو۔ یعنی اب تمہیں میرا حسن بھی نظر آئے لگا۔“

کافی دیر تک دونوں پر انی یادیں تازہ کرتی رہیں۔
سماں کا ”چنا منا“ اپنی ناتی کے پاس تھا۔ رات کے

بھی نہیں۔ دراصل شادی کے بعد سرال میں بھی یہ
تماری پہلی عینہ ہے جو شادی کے عرف تین ماہ بعد
آرہی ہے اس لیے اس نے اسے اہتمام سے منانے
کے خانے انتظامات کر رکھے ہیں۔ چاند رات کو
اقریباً ساری نیلگی کا اور سیری بنوں وہ بعد ان کے
سرالیوں اظفار پارل دینے کا پروگرام تھا جس میں
تماری کھیرتیں باشتو، اولنڈلیں، حکم بھی ادا کی جائے
گی اور بھی تم جانتی ہو کہ ان سے یا یہ سوچ رہا
ہے ایسے میں تمara جانا۔ یہ اہم رایوں کا اہم ترین
تھا اور بغیر عینہ نہم لاہور میں لئیں۔ شاذ اسے
ابوس بھی کرنا نہیں چاہتا تھا۔ اس نہ اپنے
ماننے میں بھی تماں تھے۔

”کسر بکسر عید خست میان داشتند
صرف بارانت سپس پیش از آن
تین دن دیگر بیست و تیزه نیز
بیوگل را به شش ایخواره داشتند
جاسکوں لی۔“

لـ ۱۷

”بڑا یہ تھا کہ تب میں اپنے بھائیوں کے ساتھ مل کے میرا تھاں چون جسکا بھائیوں کے ساتھ بھٹکنے کو۔“ وہ بھل بھل لئے تھا جبکہ تب میں ساتھ بھٹکنے کرنے کی پرکشی وہ سوچتھا تھا کہ اپنے بھائیوں کے ساتھ مل کر اپنے بھائیوں کے ساتھ بھٹکنے کا کیا کام کرے گا۔

”عید پر میکے جائے کی ایجادت ہے۔“ میں خاندان میں جگ بسائیں کام بیٹھنے و نہیں بننے والیں۔ دش کی بے قراری اگر اندرانہ از کرداں تو اس کاں جسی براہو گناہ کیا فائدہ پھر ایسی عید کا کہ میرے حسر کی رونق ہی بھی بھی رہے۔ تم ایسا آکرو، عید والی رات کی نکیں بد کروالو، پہلی عید کا پہلا دن ذرمان کا انشاء اللہ سرال میں ہی گزرے گا۔ آخر میرے بھی کچھ ارمان ہیں اور یہ اس کھر کی روایت بھی ہے۔ چلو باتی کے رو دن وہ میکے لزار لے میں سمجھو سکتی ہوں اس کے چند بات اس کی بہن تو کوئی ہے نہیں اور ماں بھی زندہ نہیں رہی۔

بیوٹی بکس کا تیار کر دہ

سوئی میران



- * گرتے ہوئے بالوں
کو روکتا ہے۔
- * نئے بال آنٹا ہے
بالوں کو مضبوط اور
چکدار بنتاتا ہے
- * مردوں ہور توں اور
بچوں کی یہ مکسان مفید
ہر سو ہم میں استعمال کیا
جاسکتا ہے۔

“سوئی میران”

12 جڑی بوٹوں کا مرکب قیمت / 60 روپے

ہے اور اس کی تیاری کے مراحل بہت مشکل ہیں لہذا
یہ تحدی مقدار میں تیار ہوتا ہے یہ بازار میں یا کسی روسری شہر
میں دستیاب نہیں کرائی جیسی دستی خرید جا سکتی ہے لیکن شکری
کی قیمت صرف / 60 روپے ہے دوسری شہر والے منڈی آرڈر
بھی کر رہ جڑی پارسل سے منگو ایں جو شری میں منگوانے والے
منڈی آرڈر اس حساب سے بھجوائیں۔

ایک شیشی کے لیے — 80 روپے

2 شیشیوں کے لیے — 140 روپے

3 شیشیوں کے لیے — 210 روپے

زور: اس سے جو حصہ ڈال کر پیکنگ چارج دشمنوں میں
سننے آرڈر بھینے کے لئے ہے اپناتا:

بیوٹی بکس 35 اور گزیب 51 کیٹیں فلور الیم اے جام روڈ کرائی
دستی خرید نے والے حضرات سوبنی ہیو ایل ان پروردے ٹائم کریں
و بیوٹی بکس 53 اور گزیب ملر کیٹیں فلور
ایم اے جناح روڈ، کراچی

و مکتبہ عمران ڈائجسٹ 37 اردو بازار

کراچی فون نمبر 21 7735021

ڈھائی بجے تو رمان کو شاذب کا خیال آیا۔ وہ کچھ دیر پہلے
نوی کے ساتھ گھر جا چکا تھا۔ اس نے فون کر کے اس
سے یہ رات یہاں رکنے کی اجازت مانگی۔ وہ نیند سے
بو جھل آواز کے ساتھ بولا۔

”آوھی تو بغیر اجازت کے ہی گزر گئی۔ میری طرف
سے تم بھلے دو راتیں رک جاؤ ملکم از کم یہاں آگر
اپنے لیما اور بھائیوں بھائیوں سے مل تو جاتیں۔“ اس
کے احساس دلانے پر وہ شرمند ہو گئی۔

”ہاں مجھے تو خیال ہی نہ رہا۔ خیر کوئی بات
نہیں۔ انہیں پتا ہے کہ میں کتنے عرصے بعد سماں سے
مل رہی ہوں اور اس وقت مجھے کسی اور بات کا ہوش
نہیں ہے۔“

”چج کہہ رہی ہو،“ واقعی انہیں اندازہ سے شاید اسی
لیے کسی نے تمارا انتظار کرنے کی زحمت گوارا نہیں
کی۔“ وہ نہیں پڑا۔

”کیا کہہ رہے تھے تمارے صاحب میں؟“ سماں
نے کریدا۔

”تم بتاتی ہو کہ تمہارے صاحب کیا کچھ کہتے ہیں؟
اچھا آج رات تو ہم پسال رت بول گا کریں گے۔ کل تم
وہاں آجائنا ہادیہ بھی ہو گی۔ تو بے کیا قسمت ہے اس لئے
کی۔ کل تک میری ڈانٹ کھانے اور صلوٰاتیں ٹھنے
والی آج ”بھا بھی جان“ کا اسٹیشن پائے بیٹھی ہے۔“

رمان نے اس کی حرکتیں یاد گر کے کھل کر قتنہ
لگایا۔

”ظاہر ہے میرے بڑے بھائی کی بیکم ہے۔ لیکن
کل ہم یہ بھلا دیں گے کہ وہ ہماری بھا بھی ہے۔ کل ہم
پھر سے پرانی یادیں تازہ کریں گے۔ ہے نال؟“

اس کے سوال کے جواب میں سماں تھنخی نہیں
ہنس دی۔

”بعض یادیں کریدنے پر بھی لسی نہیں نکلتیں
رمان! جیسا کہ ہم نے انہیں پھوڑا ہوتا ہے۔“

”کیا مطلب ہے؟“ وہ محفلی۔

”کچھ خاص نہیں۔ دیے ہی کہہ رہی تھی کہ تم تو
یادیں تازہ کر سکتی ہو مگر میں اور ہادیہ چاہیں بھی تو نہیں۔“

اسے اچھی طرح پتایے کہ یہ صرف میرے اپنے
جذبات تھے اور وہ بھی وقت ان کی ہوا تک نہیں گئی،
بھی شایان کو پھر وہ کس بات سے خائف ہے؟“

”ایک بات تو بتاؤ سماں! کیا یہ تم نے ابھی ابھی
بالکل تجھ کما ہے کہ شانی بھائی کے لیے تمہارے
جذبات وقت اور سطحی تھے۔“

”میں نے صرف وقت کا فقط استعمال کیا ہے، تم اپنی
طرف سے پہنچنے مست ناکو سطحی تو نہیں تھے کیونکہ
میں جانتی تھی کہ تب میں جو محسوس کر رہی تھی چے
دیل سے کرو رہی تھی، ہاں البتہ یہ ضرور تھا کہ میں نے
وقت پسندیدگی اور اڑیکشن کو محبت کا شیک لگانے میں
خاصی جلد بازی سے کام لیا۔ محبت کیا ہے اس کا
احساس مجھے ساعد کامران کے ساتھ رہ کر ہوا۔ بھا بھی
ٹھیک کہتی تھیں کہ نکاح کے بول دو فریقوں کے مل
میں خود بخود محبت جگادیتے ہیں اور پتہ ہے رمان! یہ وہ
محبت تھی جس کا اظہار بھی مجھے ساعد سے نہیں
کرنایا۔ میں نہ صرف ساعد کے ساتھ خوش اور
مطمئن ہوں بلکہ یہ تصور کر کے بھی میراں بیٹھ جاتا
ہے کہ اگر خدا نخواستہ میری شادی ساعد کے ساتھ نہ
ہوئی ہوتی تو یہ ایسا سوچتے ہوئے بے اختیار مجھے خولہ
بھا بھی کی باتیں لیا و آجائی ہیں۔ وہ بھی کہتی تھیں کہ
ایکی سورج ہی مجھے گھبرادیتی ہے جیسے کسی بد دیناتی کی
مرتکب ہو رہی ہوں۔ میرا بھی یہی حال ہے۔ ایسے
میں کسی پرانی بات کو یاد رکھنا اور دہراتا تو بست دور کی
بات ہے پھر تم ہی بتاؤ کہ ہادیہ کے اندر یہ بے بنیاد ہیں
یا نہیں، اگر اسے میری بے سرو بیانیں یاد ہیں تو کیا وہ
یہ بھول گئی کہ اس کے شوہر نامدار تو اس سارے قصے
سے واقف تک نہیں۔“

”تم نے اپنے بارے میں تو کہہ دیا کہ نکاح کے
دو بول فریقین میں لازوال محبت پیدا کر دیتے ہیں اور
اب وہی محبت تھیں ساعد کامران سے ہے، مگر کہیں
یاد رکھنا چاہیے ہے سماں کہ ہادیہ بھی اب ایک شادی شدہ
عورت ہے وہ تنی ہی سادہ دل اور احمق کیوں نہ ہو۔
ہے تو ایک عام سی لڑکی۔ شادی کے بعد وہ بھی شانی

اس کی ”چنی منی“ اور میرا ”چنامنا۔“ وہ نہ پڑی مگر
رمان کو صاف لگا کہ وہ پچھے کتے کتے بات پلت کئی ہے۔
”یہ دونوں ہمیں یہ کس کے ایک شخص بھی کہیں نہ
بیٹھنے دیں گے، تم ساری رات کی بات کرتی ہو۔“

”تم اپنا پیس یہیں چھوڑ جانا آئی کے پاس اور ہادیہ
اپنا پیس خولہ بھا بھی کو دے دے گی۔ خولہ بھا بھی پہلے
بھی بخوشی یہ ذمہ داری انھاتی رہی ہیں۔“ وہ بھذر رہی تو
بالآخر سماں کو کہنا، ہی پڑا۔

”نہیں رمان! پلیز مجھے مجبور مت کرو۔ میں وہاں
دوبارہ نہیں جانا چاہتی۔ اس ایک ہفتے میں میں تین بار
وہاں گئی ہوں اور تینوں بارہی ہادیہ کے روئے سے میرا
دل بست رکھا ہے۔ پہلے میں نے اسے اپنا وہم کہہ کر
جھٹلانا چاہا، دوسری بار مجھے احساس ہوا کہ یہ وہم نہیں
تھے۔ ہادیہ نہ صرف جان بوجھ کے مجھے نظر انداز کر رہی
تھی بلکہ صاف ظاہر تھا کہ اسے میرا آنا ناگوار گزرا
ہے۔ اور عید کی صبح پیانے ناشتا اپنے ہاں کرنے کی
دعوت دی تو نہ چاہتے ہوئے بھی جانا رہا اور نیقین کرو،
ہادیہ کے انداز اتنے تاؤ دلانے والے تھے کہ ایک ایک
لمحض کو محسوس ہوا، وہ تو شکر ہے کہ ساعد میرے ساتھ
نہیں آئے ورنہ ضرور پوچھتے بتاؤ میں کیا جواب دیتی۔
وہ تو مجھ سے یوں نالاں اور شاکی ہے جیسے میں بارہ دن
کے لیے نہیں آئی بلکہ اس کی زندگی پر قبضہ کرنے آئی
ہوں۔“

”وراصل بات یہ ہے سماں کسی وہ...“ رمان
کو مناسب نہ لگ رہا تھا کہ وہ یوں اسے گزری باتوں کا
حوالہ دے۔ اب جب کہ وہ اپنی زندگی میں مطمئن ہے
تو پرانے حوالے دے کر کھرند آتا رہنے سے کیا حاصل۔
”ہاں میں جانتی ہوں کہ تم کیا کہنا چاہتی ہو، یہی کہ
وہ...“ اس نے خود یہ مشکل آسان کی اور دستی سے لجے
میں کھنے لگی۔

”تم کی کہنا چاہتی ہونا، وہ اب تک میری شایان
کے حوالے سے پرانی باتوں کو یاد رکھے ہوئے ہے۔
ہو سکتا ہے یہ رج ہو مگر تمہاری طرح وہ بھی تو میری
دوسست ہے۔ میرے پل پل سے والف رہی ہے۔

پیاکی عزت اور ساکھ کی تھی۔ انہوں نے اپنی ذمہ داری پر یہ رشتہ کروایا تھا اب انہیں کیسے مجبور کیا جاتا کہ وہ اپنے ہی بیٹے کو سیر گھی بنائے کر اس رشتے کو ختم کر دے۔ سماں نہ اسیں شایان شاہ نہ مل سکے مگر ساعد کامران مل گیا۔ جس نے تمہیں اتنا چاہا۔۔۔ اتنا چاہا۔۔۔ جتنی چاہت کی تم نے تمنا کی تھی۔ تم سیراب ہو گئیں۔ اسی طرح ہاریہ نے شایان شاہ کی طلب نہیں کی تھی مگر اسے شایان شاہ مل گیا۔۔۔ اور اس نے نے شک اسے ایک پل کو بھی نہیں چاہا، وہ سیراب نہ ہو سکی۔۔۔ مگر نکاح کے بندھن والی تمہاری بات ضرور پنج ثابت ہو گئی۔ اسے بھی شایان شاہ سے محبت ہو گئی جن کے بارے میں وہ کہا کرتی تھی کہ مجھے حیرت ہوتی ہے یہ سوچ کر کہ کوئی لڑکی ان سے بھی محبت کر سکتی ہے۔ لیکن سماں! تم اور ہاریہ تم دونوں پیکیاں۔۔۔ کیا جانو، شایان شاہ کے ول کا حال، یہ ول ایک مرد کا ہے۔ ایک ایسے مرد کا جس نے سماں کو چاہا، وہ اسے نہ مل سکی مگر ہاریہ شاہ مل گئی جس نے اسے اتنا چاہا۔۔۔ اتنا چاہا۔۔۔ جتنی چاہت کی اس نے تمنا کی۔۔۔ مگر وہ سیراب نہ ہوا۔۔۔ کیسے ہوتا ہے وہ شایان شاہ تھا۔ ایک مرد، اپنی مرضی سے کمپ راضی نہ ہونے والا۔



کھانا خزانہ کیسے بعد اب انڈیں کھانے

سنجیو کپور کا کچن

شائع ہو گیا ہے۔

خوب صورت طباعت

خوب صورت سرورق

سول ڈسٹری ہیوٹر



مکتب عمران ڈا ججٹ 37 اردو بازار کراچی

بھائی کے لیے ویسے ہی جذبات رکھتی ہے جیسے اب تم اپنے شوہر کے بارے میں رکھتی ہو۔ شادی سے پہلے وہ شائی بھائی کی ہجومیں دو روکھنے کیوں نہ مصروف رہتی ہو اب تھیہ گوئی میں بھی تھکتی نہیں۔ تم اس کی باتوں کو مل لے ملتا لو۔۔۔

”اُتم تھک کہہ رہی ہو لیکن میں خدا نخواستہ اس کے شوہر کی کوئی پرانی خیر پھوڑان باتوں کو۔ اب کیا رکھا ہے اس ذکر میں۔۔۔ اب کیا لیے تو مجھے ہاریہ کے رویے سے زیادہ تکلیف ہوئی تھی کہ جن باتوں کو میں عرصہ ہوا بھلا چکی ہوں ان کی وجہ سے ہماری دوستی پر آئی کیسے آئی۔۔۔“



رات کے ساری ہے تین نجع چکے تھے۔ باتیں کرتے کرتے وہ کب سوئی رمان کوپتا، ہی نہ چلا۔ اس نے سمجھی برابر کر کے لائٹ آف کی اور اس کے ساتھ ہی لیٹ گئی۔ سماں کی کمی بات ایک بازگشت بن کے اس کے گرد گونج رہی تھی۔

”جن باتوں کو عرصہ ہوا میں بھلا چکوں۔۔۔“

”ہاں، سماں! تم تو بھلا چکیں۔۔۔ مگر وہ کیسے جھلائی جسے پل پل پار دلایا گیا ہو۔ اب میں کیسے تمہیں بتاؤں کہ شائی بھائی کے لیے تمہاری پسندیدگی بھلے وقتی ہی کیوں نہ ہو وہ پتا نہیں کس لمحے کے اسیر ہو کے تمہیں مل میں بسا چکے تھے، اور اب تک بسانے ہوئے ہیں۔۔۔ میں انہیں ایک نظر میں دیکھ کے بیچان گئی تھی۔ اس ایک نظر میں، جب میں نے انہیں تمہیں ساعد کے پہلویں بیٹھا دیکھتے پایا تھا۔ اور ہاریہ میں وہ توڑھائی سال سے پل پل ان کے ساتھ ہے۔ کیا وہ نہ جانتی ہو گی۔۔۔ وہ کیسے تم سے مسکرا کر بات کرے۔۔۔ تم سے؟ جس نے اس کے شوہر کی ساری مسکراہمیں چھین رکھی ہیں۔ اور میں تمہیں کیسے یہ سب بتا دوں کہ شایان شاہ نے تمہارا رشتہ طے ہونے کی خبر سن کر، ہی تھیارڈا لے تھے اور اگر یہ رشتہ ان کے اپنے پیاکی و ساطت سے نہ طے ہوا ہوتا تو شاید وہ اسے خاطر میں نہ لاتے مگر بات تو ساری